مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل بھاگنے والا ہی تھا

هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ

یہ وہی ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور انکے شاگرد بٹالوی کو جو مؤلف رسالہ ہٰذا صاحب کتاب ازالہ اوہام و توضیح مرام کو کافر اور دجّال اور کذّاب اور ملحد اور بے ایمان اور ملعون اور دُور از رحمتِ رحمٰن ٹھہراتے ہیں اور ایسا ہی انکے تمام ہمخیالوں۔ مولویوں۔ صوفیوں پیرزادوں فقیروں سجادہ نشینوں کو آسمانی فیصلہ کیطرف دعوت اور نیز اُن کے گذشتہ مباحثات کی کیفیّت

والحمد للہ والمنّۃ

کہ یہ رسالہ موسومہ بہ

آسمانی فیصلہ

مطبع ریاض ہند امرتسر میں چھپا

ایکہزار جلد فی سبیل اللہ تقسیم کیگئی ہے
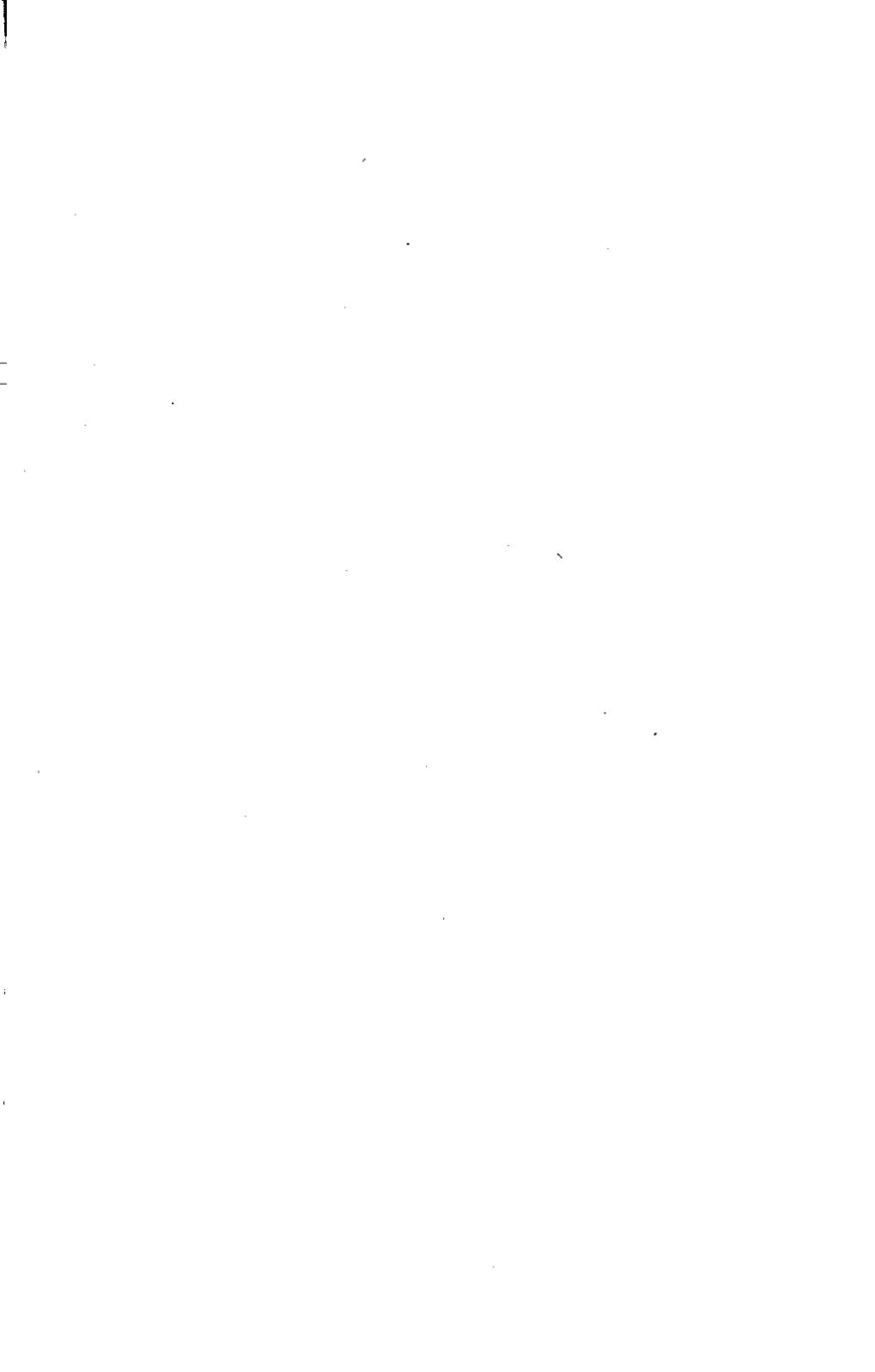
میاں نذیر حسین صاحب کی تکفیر کی اصل حقیقت اور اُن کی مصنوعی فتح کی واقعی کیفیت اور انکو اور انکے ہمخیال لوگوں کو آسمانی فیصلہ کی طرف دعوت

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اگرچہ آپ بھی کفر کے فتووں سے بچے ہوئے نہیں ہیں اور خیر سے ہندوستان میں اول الکافرین وہی ٹھہرائے گئے ہیں تاہم انکو دوسرے مسلمانوں کے کافر بنانے کا اس قدر جوش ہے کہ جیسے راستباز لوگوں کو مسلمان بنانے کا شوق ہوتا ہے وہ اس بات کے بڑے ہی خواہشمند پائے جاتے ہیں کہ کسی مسلمان پر خواہ نخواہ کفر کا فتویٰ لگ جائے۔ گو کفر کی ایک بھی وجہ نہ پائی جائے۔ اور اُنکے شاگرد رشید میاں محمد حسین بٹالوی جو شیخ کہلاتے ہیں اُنھیں کے نقشِ قدم پر چلے ہیں بلکہ شیخ جی تو کچھ زیادہ گرمی دار اور تکفیر کے شوق میں اپنے استاد سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ان دونوں استاد اور شاگرد کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ننانویں وجوہ ایمان کی کھلی کھلی ان کی نگاہ میں پائی جائیں اور ایک ایمانی وجہ ان کو اپنی کوتہ نظری کی وجہ سے سمجھ میں نہ آئے تو پھر بھی ایسے آدمی کو کافر کہنا ہی مناسب ہے چنانچہ اس عاجز کے ساتھ بھی ان حضرات نے ایسا ہی برتاؤ کیا۔ جو شخص اس عاجز کی تالیفات براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ وغیرہ کو غور سے پڑھے اُسپر بخوبی کُھل جائیگا کہ یہ عاجز کس

جان نثاری کے ساتھ خادم دین اسلام ہے اور کس قدر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے شائع کرنے میں فدا شدہ ہے مگر پھر بھی میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی نے صبر نہ کیا جبتک کہ اس عاجز کو کافر قرار نہ دے دیا۔ میاں نذیر حسین صاحب کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ اس پیرانہ سالی میں کہ گور میں پیر لٹکا رہے ہیں اپنی عاقبت کی کچھ پروا نہ کی اور اس عاجز کو کافر ٹھہرانے کے لئے دیانت اور تقویٰ کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اور موت کے کنارہ تک پہنچکر اپنے اندرون کا نہایت ہی بُرا نمونہ دکھایا۔ خدا ترس اور متدیّن اور پرہیز گار علماء کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ جبتک انکے ہاتھ میں کسی کے کافر ٹھہرانے کے لئے ایسی صحیحہ یقینیہ قطعیہ وجوہ نہ ہوں کہ جن اقوال کی بناء پر اُس پر کفر کا الزام لگایا جاتا ہے اُن اقوال مستلزم کفر کا وہ اپنے مُنہ سے صاف اقرار کرے انکار نہ کرے تب تک ایسے شخص کو کافر بنانے میں جلدی نہ کریں۔ لیکن دیکھنا چاہیئے کہ میاں نذیر حسین اسی تقویٰ کے طریق پر چلے ہیں یا اور طرف قدم مارا۔ سو واضح ہو کہ میاں نذیر حسین نے تقویٰ اور دیانت کے طریق کو بکلّی چھوڑ دیا۔ میں نے دہلی میں تین اشتہار جاری کئے اور اپنے اشتہارات میں بار بار ظاہر کیا کہ مَیں مسلمان ہوں اور عقیدہ اسلام رکھتا ہوں۔ بلکہ میں نے اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر پیغام پہنچایا کہ میری کسی تحریر یا تقریر میں کوئی ایسا امر نہیں ہے جو نعوذ باللہ عقیدہ اسلام کے مخالف ہو۔ صرف معترضین کی اپنی ہی غلط فہمی ہے۔ ورنہ میں تمام عقاید اسلام پر بدل وجان ایمان رکھتا ہوں اور مخالف عقیدہ اسلام سے بیزار ہوں۔ لیکن حضرت میاں صاحب نے میری باتوں کیطرف کچھ بھی التفات نہ کی اور بغیر اس کے کہ کچھ تحقیق اور تفتیش کرتے مجھے کافر ٹھہرایا بلکہ میری طرف سے انا مومن کے صاف اقرارات بھی سُنکر پھر بھی لَستَ مؤمناً کہہ دیا اور جابجا اپنی تحریروں اور تقریروں اور اپنے شاگردوں کے اشتہارات میں اس عاجز کا نام کافر و بیدین اور دجّال رکھا اور عام طور پر مشتہر کر دیا کہ یہ شخص کافر اور بے ایمان اور خدا اور رسولؐ سے روگردان ہے۔ سو میاں صاحب کی اس پھونک سے عوام الناس میں ایک سخت آندھی پیدا ہو گئی اور ہندوستان اور پنجاب کے لوگ ایک سخت فتنہ میں پڑ گئے خاصکر دہلی والے تو میاں صاحب کی اس اخگر اندازی سے آگ بھولا بن گئے شاید دہلی میں

ساٹھ یا ستّر ہزار کے قریب مسلمان ہوگا لیکن ان میں سے واللہ اعلم شاذ و نادر کوئی ایسا فرد ہوگا جو اس عاجز کی نسبت گالیوں اور لعنتوں اور ٹھٹھوں کے کرنے یا سُننے میں شریک نہ ہُوا ہو۔ یہ تمام ذخیرہ میاں صاحب کے ہی اعمالنامہ سے متعلق ہے جس کو اُنہوں نے اپنی ساری زندگی کے آخری دنوں میں اپنی عاقبت کیلئے اکٹھا کیا۔ انہوں نے سچی گواہی پوشیدہ کر کے لاکھوں دلوں میں جما دیا کہ درحقیقت یہ شخص کافر اور لعنت کے لائق اور دین اسلام سے خارج ہے۔ اور مَیں نے انہیں دِنوں میں جبکہ مَیں دہلی میں مقیم تھا شہر میں تکفیر کا عام غوغا دیکھ کر ایک خاص اشتہار میاں صاحب کو مخاطب کر کے شائع کیا اور چند خط بھی لکھے اور نہایت انکسار اور فروتنی سے ظاہر کیا کہ مَیں کافر نہیں ہوں۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مَیں مسلمان ہوں اور اُن سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلسنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیّبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور مَیں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور یہ بھی لکھا کہ مَیں ملائک کا منکر بھی نہیں۔ بخدا مَیں اُسی طرح ملائک کو مانتا ہوں جیسا کہ شرع میں مانا گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ مَیں لیلۃ القدر کا بھی انکاری نہیں بلکہ مَیں اس لیلۃ القدر پر ایمان رکھتا ہوں جس کی تصریح قرآن اور حدیثوں میں وارد ہو چکی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ مَیں وجود جبرائیل اور وحی رسالت پر ایمان رکھتا ہوں انکاری نہیں۔ اور نہ حشر و نشر اور یوم البعث سے منکر ہوں۔ اور نہ خام خیال نیچریوں کی طرح اپنے مولیٰ کی عظمتوں اور کامل قدرتوں اور اُسکے نشانوں میں شک رکھتا ہوں۔ اور نہ کسی استبعاد عقلی کی وجہ سے معجزات کے ماننے سے مُنہ پھیرنے والا ہوں اور کئی دفعہ مَیں نے عام جلسوں میں ظاہر کیا کہ خدائے تعالیٰ کی غیر محدود قدرتوں پر میرا یقین ہے بلکہ میرے نزدیک قدرت کی غیر محدودیّت الوہیت کا ایک ضروری لازمہ ہے۔ اگر خدا کو مان کر پھر کسی امر کے کرنے سے اُس کو عاجز قرار دیا جائے تو ایسا خدا خدا ہی نہیں۔ اور اگر نعوذ باللہ وہ ایسا ہی ضعیف ہے تو اُس پر بھروسہ کرنے والے جیتے ہی مر گئے اور تمام اُمیدیں اُنکی خاک میں مل گئیں بلا شبہ کوئی بات اُس سے انہونی نہیں ہاں وہ بات ایسی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی شان اور تقدس کو زیبا ہو۔ اور اُسکے صفات کاملہ اور اُسکے مواعید صادقہ کے برخلاف نہ ہو۔ لیکن میاں صاحب نے باوجود میرے

ان تمام اقرارات کے صاف لکھا کہ تم پر کفر کا فتویٰ ہو چکا اور ہم تم کو کافر اور بے ایمان سمجھتے ہیں بلکہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جو تاریخ بحث مقرر کیگئی تھی جس سے پہلے اشتہارات مذکورہ جاری ہو چکے تھے۔ میاں صاحب کی طرف سے بحث ٹالنے کے لئے بار بار یہی عذر تھا کہ تم کافر ہو پہلے اپنا عقیدہ تو مطابق اسلام ثابت کرو پھر بحث بھی کرنا۔ اُسوقت بھی بتمامتر ادب یہی کہا گیا کہ میں کافر نہیں ہوں بلکہ اُن تمام اُمور پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ جلّشانہ نے مسلمانوں کیلئے عقائد ٹھہرائے ہیں بلکہ جیساکہ اشتہار ۲ ،۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں درج ہے میں نے اپنے ہاتھ سے ایک تحریر بھی لکھکر دی کہ میں ان تمام عقائد پر ایمان رکھتا ہوں مگر افسوس کہ میاں صاحب موصوف پھر بھی اس عاجز کو کافر ہی جانتے رہے اور کافر ہی لکھتے رہے اور یہی ایک بہانہ انکے ہاتھ میں تھا جس کیوجہ سے مسیح کی وفات حیات کے بارے میں انھوں نے مجھ سے بحث نہ کی کہ یہ تو کافر ہے کافروں سے کیا بحث کریں۔ اگر ان میں ایک ذرہ تقویٰ ہوتی تو اسی وقت سے جو میری طرف سے عقائد اسلام اور اپنے مسلمان ہونے کا اشتہار جاری ہوا تھا تکفیر کے فتوے سے دستکش ہو جاتے اور جیساکہ ہزاروں لوگوں میں تکفیر کے فتوے کو مشہور کیا تھا ایسا ہی عام جلسوں میں اپنی خطا کا اقرار کر کے میرے اسلام کی نسبت صاف گواہی دیتے اور ناحق کے سوء ظن سے اپنے تئیں بچاتے اور خلاف واقعہ تکفیر کی شہرت کا تدارک کر کے اپنے لئے خدائے تعالیٰ کے نزدیک ایک عذر پیدا کر لیتے لیکن اُنھوں نے ہرگز ایسا نہ کیا بلکہ جب تک میں دہلی میں رہا یہی سُنتا رہا کہ میاں صاحب اس عاجز کی نسبت گندے اور ناگفتنی الفاظ اپنے مُنہ سے نکالتے ہیں اور تکفیر سے دست بردار نہیں ہوئے اور ہرچند کوشش کیگئی کہ وہ اس نالائق طریق سے باز آجائیں اور اپنی زبان کو تھام لیں لیکن اس عاجز کی نسبت کافر کافر کہنا ایسا انکی زبان پر چڑھ گیا کہ وُہ اپنی زبان کو روک نہیں سکے۔ اور نفس امّارہ نے ایسا ان کے دل پر قبضہ کر لیا کہ خدائے تعالیٰ کے خوف کا کوئی خانہ خالی نہ رہا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اَب میں اُنکی تکفیر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا۔ ہر یک شخص اپنی گفتار و کردار سے پُوچھا جائیگا اُنکے اعمال اُنکے ساتھ اور میرے اعمال میرے ساتھ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ناحق کے الزاموں اور مفتریانہ کاموں کی طرف اُنھوں نے توجہ کی اور جو اصل بحث کے لائق اور متنازعہ فیہ امر تھا یعنے **وفات مسیح** علیہ السلام اُس کی طرف

انھوں نے ذرہ توجہ نہ فرمائی میں نے انکی طرف کئی دفعہ لکھا کہ میں کسی اور عقیدہ میں آپکا مخالف نہیں صرف اِس بات میں مخالف ہوں کہ مَیں آپکی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی جسمانی حیات کا قائل نہیں۔ بلکہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کو **فوت شدہ** اور داخل موتیٰ ایماناً ویقیناً جانتا ہوں اور اُنکے مَر جانے پر یقین رکھتا ہوں اور کیوں یقین نہ رکھوں جبکہ میرا **مولیٰ** میرا آقا اپنی کتاب عزیز اور قرآن کریم میں اُنکو متوفیوں کی جماعت میں داخل کرچکا ہے اور سارے **قرآن** میں ایک دفعہ بھی اُن کی خارق عادت زندگی اور انکے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں بلکہ اُن کو صرف فوت شدہ کہہ کر پھر چُپ ہوگیا لہذا اُن کا زندہ بجسدہ العنصری ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کی رُو سے خلاف واقعہ سمجھتا ہوں بلکہ اس خیال حیاتِ مسیح کو نصوص بیّنہ قطعیّہ یقینیّہ قرآن کریم کی روسے لغو اور باطل جانتا ہوں۔ اگر یہ میرا بیان کلمہ کفر ہے یا جھوٹ ہے تو آئیے اس امر میں مجھ سے بحث کیجئے پھر اگر آپنے قرآن اور حدیث سے **حیاتِ جسمانی** حضرت عیسٰے علیہ السلام کی ثابت کرکے دکھلادی تو میں اس قول سے رجوع کرونگا بلکہ وُہ اپنی کتابیں جنمیں یہ مضمون ہے جلادونگا۔ اگر بحث نہیں کرسکتے تو آؤ اِس بارہ میں اِس مضمون ہی کی قسم کھاؤ کہ قرآن کریم میں مسیح کی وفات کا کچھ ذکر نہیں بلکہ حیات کا ذکر ہے۔ یا کوئی اور حدیث صحیح مرفوع منتصل موجود ہے جس نے **توفّی** کے لفظ کی کوئی مخالفانہ تفسیر کرکے مسیح کی حیات جسمانی پہ گواہی دی ہی۔ پھر اگر ایک سال تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے اِس بات کا کوئی کھلا نشان ظاہر نہ ہُوا کہ آپ نے جھوٹی قسم کھائی ہے یعنے کسی وبالِ عظیم میں آپ مبتلا نہ ہوئے تب بلا توقف میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرونگا مگر افسوس کہ ہرچند بار بار میاں صاحب سے یہ درخواست کیگئی لیکن نہ اُنھوں نے بحث کی اور نہ قسم کھائی اور نہ کافر کافر کہنے سے باز آئے ہاں اپنی اس کنارہ کشی کی ذلّت کو عوام سے پوشیدہ رکھنے کے لئے جھوٹے اشتہارات شایع کردیئے جن میں یہ بار بار لکھا گیا کہ گو وہ تو اِس عاجز کو بحث کیلئے اخیر تک بلاتے ہی رہے اور قسم کھانے کیلئے بھی مستعد تھے لیکن یہ عاجز ہی اُن سے ڈر گیا اور مقابل پر نہ آیا۔ میاں صاحب اور شیخ الکل کہلانا اور اسقدر جھوٹ! میں اُنکے حق میں **علی الکاذبین** کیا کہوں خدائے تعالیٰ اُنپر رحمت کرے۔ ناظرین! اگر کچھ نورِ فراست رکھتے ہو۔ تو یقیناً سمجھو کہ

یہ سب باتیں میاں صاحب اور اُنکے شاگردوں کی سراسر دروغ بے فروغ اور محض اوباشانہ لاف وگزاف ہے جبکہ میری طرف سے اشتہار پر اشتہار اِس بات کیلئے جاری ہُوا تھا کہ میاں صاحب مسیح کی وفات کے بارہ میں مجھ سے بحث کریں اور اسی مطلب کے لئے میں حرج اور خرچ اُٹھا کر ایک ماہ برابر دہلی میں رہا تو پھر ایک حقیقت رس آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اگر میاں صاحب بحث کے لئے سیدھے دل سے مستعد ہوتے تو میں کیوں اُن سے بحث نہ کرتا نقل مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں مَیں اُسی طرح بحث وفات مسیح کیلئے اب پھر حاضر ہوں جیسا کہ پہلے حاضر تھا۔ اگر میاں صاحب لاہور میں آکر بحث منظور کریں تو میں اُن کی خاص ذات کا کرایہ آنے جانے کا خود دے دُونگا۔ اگر آنے پر راضی ہوں تو میں اُنکی تحریر پر بلا توقف کرایہ پہلے روانہ کرسکتا ہوں۔ اب میں دہلی میں بحث کیلئے جانا نہیں چاہتا کیونکہ دہلی والوں کے شور و غوغا کو دیکھ چکا ہوں اور اُنکی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سُن چکا ہوں ولا یلدغ المؤمن من جحرٍ واحدٍ مرّتین۔ مَیں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر میں بحث وفات مسیح سے گریز کروں تو میرے پر بوجہ صدّ عن سبیل اللہ خدائے تعالیٰ کی ہزار لعنت ہو۔ اور اگر شیخ الکل صاحب گریز کریں تو اُنپر اس سے آدھی ہی سہی اور اگر وُہ حاضر ہونے سے رُوگرداں ہیں تو میں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ وُہ اپنی جگہ پر ہی بذریعہ تحریرات اظہار حق کیلئے بحث کرلیں غرض میں ہر طرح سے حاضر ہوں اور میاں صاحب کے جواب باصواب کا منتظر ہوں میں زیادہ تر گرمجوشی سے میاں صاحب کیطرف اس لئے مستعد ہوں کہ لوگوں کے خیال میں اُنکی علمی حالت سب سے بڑھی ہوئی ہے اور وہ علمائے ہند میں بیخ کیطرح ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ بیخ کے کاٹنے سے تمام شاخیں خود بخود گرینگی سو مجھے بیخ ہی کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے اور شاخوں کا قصہّ خود بخود تمام ہو جائیگا اور اس بحث سے دُنیا پر کھُل جائیگا کہ شیخ الکل صاحب کے پاس مسیح علیہ السلام کی جسمانی زندگی پر کونسے دلائل یقینیہ ہیں جنکی وجہ سے انھوں نے عوام النّاس کو سخت درجہ کے اشتعال میں ڈال رکھا ہے۔ مگر یہ پیشگوئی بھی یاد رکھو کہ وہ ہرگز بحث نہیں کرینگے۔ اور اگر کرینگے تو ایسے رُسوا ہونگے کہ مُنہ دکھلانے کی جگہ نہیں رہیگی۔ ہائے مجھے اُنپر بڑا افسوس ہے کہ انھوں نے چند روزہ زندگی کے ننگ و ناموس سے پیار کرکے حق کو چھپایا۔ اور راستی کو ترک کرکے ناراستی سے دل لگایا۔ اُنکو خوب معلوم تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام

کی وفات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مرفوعہ سے بخوبی ثابت ہے مگر سراسر خیانت اور بددیانتی کی راہ سے اس شہادت کے ادا کرنے سے وہ عمدًا پیچھے ہٹے رہے اُنھوں نے سچائی کا پکّا دشمن بنکر محض دروغگوئی کی راہ سے عوام میں اس بات کو پھیلایا کہ قرآن کریم میں یہی لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اور وفات کا کہیں ذکر نہیں۔ مگر چونکہ وہ دل میں جانتے تھے کہ ہم ناحق پر ہیں اور کتاب اللہ کے مخالف کہہ رہے ہیں اس لئے وہ سیدھی نیت سے بحث کرنے کیلئے مقابل پر نہ آئے اور بیہودہ شرطوں کے ساتھ اس مختصر اور صاف طریق بحث وفات کو ٹال دیا غضب کی بات ہے کہ خداوند ذوالمجد والجلال تو یہ فرماوے مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور میاں نذیر حسین یہ کہیں کہ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ تو زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اُٹھایا گیا ہے آفرین اے نذیر حسین تو نے خوب قرآن کی پیروی کی۔ اور طرفہ تر یہ کہ قرآن کریم میں آسمان کی طرف اُٹھالینے کا کہیں ذکر بھی نہیں بلکہ وفات دینے کے بعد اپنی طرف اُٹھالینے کا ذکر ہے جیسا کہ عام طور پر تمام فوت شدہ راستبازوں کے لئے اِرْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ[1] کا خطاب ہے سو وہی رفع الی اللہ اور رجوع الی اللہ جسکے لئے پہلے موت شرط ہے حضرت مسیح کے بھی نصیب ہو گیا کہاں یہ رفع الی اللہ اور کہاں رفع الی السماء۔ ہائے افسوس ان لوگوں نے قرآن کریم کو کیسے پس پُشت ڈالدیا اور اُسکی عظمت اُنکے دلوں سے کیسی یکدفعہ اُٹھ گئی اور خدائے تعالیٰ کی پاک کلام کی جگہ بے اصل لکیر سے محبت کرنے لگے۔ کتابوں سے تو لدے ہوئے ہیں مگر خدائے تعالیٰ نے سمجھ چھین لی۔ فتح اور شکست کے خیال نے دیانت اور ایمان کو دبالیا اور پندار اور عجب نے حق کے قبول کرنے سے دُور ڈالدیا۔ اور مجھے تو اس بات کا ذرہ بھی رنج نہیں کہ میاں نذیر حسین اور اُنکے شاگردوں نے ایک جھوٹی فتح کو خلاف واقعہ مشہور کر دیا اور نفس الامر کو چھپایا۔ اور نہ میرے لئے یہ کچھ رنج کی بات ہے کیونکہ جس حالت میں راست راست اور حق الامر یہی ہے کہ دراصل میاں صاحب ہی ایک بڑی ذلّت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے شکست یاب اور پس پا ہو گئے ہیں اور ایسے گرے ہیں کہ اب پھر کبھی کھڑے نہیں ہونگے یہانتک کہ اسی مغلوبی میں اس عالم سے گذر جائینگے۔ پھر اگر وہ ملامت خلق پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک مصنوعی فتح کا خاکہ اپنی نظر کے سامنے رکھکر چند منٹ کے لئے

[1] الفجر : ۲۹

اپنا جی خوش کرلیں تو مجھے کیوں بُرا ماننا چاہیئے۔ بلکہ اگر رحم کی نظر سے دیکھا جائے تو اُن کا یہ حق بھی ہے کیونکہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ اُنھوں نے اس عاجز کے مقابل پر شکست فاش کھا کر بہت کچھ غم و غصہ اُٹھایا ہے اور اُنکے دل پر اس اخیر عمر میں سخت صدمہ خجالت اور شرمندگی کا پہنچ گیا ہے اب اگر غم غلط کرنے کیلئے اِس قدر بھی نہ کرتے کہ خلاف واقع فتح کا نقارہ بجاتے تو پیرانہ سالی کا ضعیف دل اتنے بڑے صدمہ کی برداشت کیونکر کرسکتا۔ سو شاید اُنھوں نے جان رکھنا فرض سمجھ کر اتنا بڑا جھوٹ اپنے لئے روا رکھ لیا اور مجھے اب بھی اِس بات کی ضرورت نہ تھی کہ میں اس حق الامر کا اظہار کرکے اُنکے ملمع خوشی کو کالعدم کردیتا کیونکہ فتح و شکست پر نظر رکھنا ایک محجوبانہ خیال ہے اور سچائی کے عاشق سچائی کو ہی چاہتے ہیں خواہ وہ فتح کی صورت میں حاصل ہو جائے یا شکست کے پیرایہ میں ملے مگر چونکہ لوگ ایسی غلط اور مخالفانہ تحریروں سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور خلاف واقعہ شہرت کی وجہ سے متأثر ہوکر ان تحریروں کو صحیح اور باوقعت سمجھنے لگتے ہیں اور پھر اُس کا بد اثر لوگوں کے دین کو سخت نقصان پہنچاتا ہے اسلئے اصل حقیقت کا ظاہر کرنا ایک حق لازم اور دین واجب میرے پر تھا جو ادا کرنے کے بغیر ساقط نہیں ہوسکتا تھا مگر مَیں اس بات سے تو نادم ہوں کہ میاں صاحب کی پیرانہ سالی کی حالت میں اُنکے دوبارہ غم تازہ کرنے کا موجب ہوا ہوں۔

اِس جگہ یہ بیان کرنا بھی بے محل نہیں کہ میاں صاحب کے ناحق کے ظلموں سے جو اُنھوں نے اِس عاجز کی نسبت روا رکھے ایک یہ بھی ہے کہ بٹالوی کو اُنھوں نے بکلّی کھلا چھوڑ دیا اور اِس بات پر راضی ہوگئے کہ وہ ہر ایک طرح کی گالیوں اور لعن طعن سے اِس عاجز کی آبرو پر دانت تیز کرے سو وہ میاں صاحب کا منشا پاکر حد سے گذر گیا اور آیت کریمہ لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ[1] کی کچھ بھی پرواہ نہ کرکے ایسی گندی گالیوں پر آگیا کہ چوہڑوں چماروں کے بھی کان کاٹے یہاں تک کہ اس پاکیزہ سرشت نے صدہا لوگوں کے روبرو دھلی کی جامع مسجد میں اِس عاجز کو فحش گالیاں دیں چنانچہ گالیوں کے سننے والوں میں سے شیخ حامد علی میرا ملازم بھی ہے جو اُسوقت موجود تھا جسکی اور لوگوں نے بھی تصدیق کی ایسا ہی اِس بزرگ نے پھلور کے اسٹیشن پر ایک جماعت کے رُوبرو اِس عاجز کی نسبت کہا کہ وہ

[1] النساء : ۱۴۹

کتے کی موت سے مریگا! اور عام تحریروں میں اس عاجز کا نام کافر اور دجال رکھا اور ۱۱- اکتوبر ۱۸۹۱ء
کے کارڈ میں جو اُس نے منشی فتح محمدؐ اہلکار ریاست جموں کے نام لکھا جو اسوقت میرے پاس سامنے
پڑا ہی بجز گالیوں کے اور کچھ تحریر نہیں کیا کھُلی تحریر میں سخت گالیاں دینا اور کارڈوں میں جنکو ہر یک
شخص پڑھ سکتا ہے بدزبانی کرنا اور اپنے مخالفانہ جوش کو انتہا تک پہنچانا کیا اس عادت کو خدا
پسند کرتا ہے یا اسکو شیوۂ شرفا کہہ سکتے ہیں اس گیارہ اکتوبر کے کارڈ میں اس بزرگ نے بڑے
جوش سے اس ناکارہ کی نسبت لکھا ہی کہ یہ شخص درحقیقت کافر ہے دجال ہی ملحد ہی کذّاب ہے۔
اے میرے مولیٰ اے میرے پیارے آقا میں نے اِس شخص کی تمام سخت باتوں اور لعنتوں اور گالیوں کا
جواب تیرے پر چھوڑا- اگر تیری یہی مرضی ہے تو جو کچھ تیری مرضی وہ میری ہی مجھے اس سے بڑھ کر
کچھ نہیں چاہئے کہ تو راضی ہو میرا دِل تجھ سے پوشیدہ نہیں تیری نگاہیں میری تہ تک پہنچی ہوئی
ہیں اگر مجھ میں کچھ فرق ہی تو نکال ڈال اور اگر تیری نگاہ میں مجھ میں کچھ بدی ہی تو میں تیرے ہی مُنہ کی
اُس سے پناہ مانگتا ہوں- اے میرے پیارے ہادی!! اگر میں نے ہلاکت کی راہ اختیار کی ہی تو
مجھے اُس سے بچا اور وہ کام کرا کہ جسمیں تیری رضامندی ہو- میری رُوح بول رہی ہے کہ تو
میرے لئے ہی اور ہوگا جب سے کہ تونے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور جب سے کہ تونے مجھے
مخاطب کر کے فرمایا کہ انی مھینٌ من اراد اھانتک اور جب سے کہ تونے دلجوئی اور نوازش کی راہ
سے مجھے کہا کہ انت منّی بمنزلۃٍ لا یعلمھا الخلق تو اُسی دم سے میرے قالب میں جان
آگئی تیری دلآرام باتیں میرے زخموں کی مرہم ہیں تیرے محبت آمیز کلمات میرے غم رسیدہ دل کے
مفرح ہیں- مَیں غموں میں ڈوبا ہوُا تھا تونے مجھے بشارتیں دیں- میں مصیبت زدہ تھا تونے مجھے
پُوچھا پیارے میرے لئے یہ خوشی کافی ہی کہ تو میرے لئے اور مَیں تیرے لئے ہوں تیرے حملے دشمنوں کی
صف توڑینگے اور تیرے تمام پاک وعدے پُورے ہونگے تو اپنے بندہ کا آمرزگار ہوگا۔

پھر مَیں پہلی کلام کی طرف رجوع کر کے ناظرین پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جسقدر مَیں نے
بٹالوی کی سخت زبانی لکھی ہی وُہ صرف بطور نمونہ کے بیان کی گئی ہی ورنہ اس شخص کی بدزبانی
کا کچھ انتہا نہیں رہا اور درحقیقت یہ ساری بدزبانی میاں نذیر حسین صاحب کی ہی کیونکہ اُستاد
کے خلاف منشا شاگرد کو کبھی جُراُت نہیں ہوتی- میاں صاحب نے آپ بھی بدزبانی کی اور

کرائی بھی اور بٹالوی کی کوئی بدگوئی میاں صاحب کو مکروہ معلوم نہ ہوئی اور میاں صاحب کے مکان میں بیٹھ کر ایک اور اشتہار تکبّر کا بھرا ہوا بٹالوی نے لکھا جسمیں اس عاجز کی نسبت یہ فقرہ مندرج تھا کہ یہ میرا شکار ہے کہ بدقسمتی سے پھر دہلی میں میرے قبضہ میں آگیا اور مَیں خوش قسمت ہوں کہ بھاگا ہوا شکار پھر مجھے مل گیا۔ ناظرین!!! انصافاً کہو کہ یہ کیسے سفلہ پن کی باتیں ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس زمانہ کے مہذّب ڈوم اور نقّال بھی تھوڑا بہت حیا کو کام میں لاتے ہیں اور پُشتوں کے سفلے بھی ایسا کمینگی اور شیخی سے بھرا ہوا تکبّر اپنے حقیقت شناس کے سامنے زبان پر نہیں لاتے۔ اگر مَیں بٹالوی صاحب کا شکار ہوتا تو اُسکے اُستاد کو دہلی میں کیوں جا پکڑتا۔ کیا شاگرد اُستاد سے بڑا ہے۔ جب اُستاد ہی چڑیا کی طرح میرے پنجہ میں گرفتار ہوگیا تو پھر ناظرین سمجھ لیں کہ کیا مَیں بٹالوی کا شکار ہوا یا بٹالوی میرے شکار کا شکار۔ بٹالوی کی شوخیاں اِنتہا کو پہنچ گئی ہیں اور اُسکی کھوپری میں ایک کیڑا ہے جسکو ضرور ایک دن خدائے تعالیٰ نکال دیگا افسوس کہ آجکل ہمارے مخالفوں کا جھوٹ اور بہتانوں پر ہی گذارہ ہے اور فرعونی رنگ کے تکبّر سے اپنی عزّت بنانی چاہتے ہیں۔ فرعون اس روز تک جو معہ اپنی لشکر کے غرق ہوگیا یہی سمجھتا رہا کہ مُوسےٰ اُس کا شکار ہے آخر رود نیل نے دکھا دیا کہ واقعی طور پر کون شکار تھا۔ مَیں نادم ہوں کہ نا اہل حریف کے مقابلہ نے کسی قدر مجھے درشت الفاظ پر مجبور کیا ورنہ میری فطرت اِس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات مُنہ پر لاؤں۔ مَیں کچھ بھی بولنا نہیں چاہتا تھا مگر بٹالوی اور اُسکے اُستاد نے مجھے بُلایا۔ اب بھی بٹالوی کیلئے بہتر ہے کہ اپنی پالیسی بدل لیوے اور مُنہ کو لگام دیوے ورنہ ان دِنوں کو رو رو کے یاد کریگا۔ با درو کشاں ہر کہ در افتاد در افتاد وما علینا الا البلاغ المبین۔

۵ گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافاتِ عمل غافل مشو

جو لوگ اُن جھوٹے اشتہارات پر خوش ہو رہے ہیں جنمیں میاں نذیرحسین کی مصنوعی فتح کا ذکر ہے میں خالصًا للہ اُنکو نصیحت کرتا ہوں کہ اِس دروغگوئی میں ناحق کا گناہ اپنے ذمہ نہ لیں۔ مَیں ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں مفصل بیان کرچکا ہوں کہ میاں صاحب ہی بحث کرنے سے گریز کر گئے یہ کیا شرارت اور بے حیائی کا بہتان ہے کہ میری نسبت اڑایا گیا ہے کہ گویا میں میاں نذیرحسین سے ڈر گیا نعوذ باللہ میں ہرگز اُن سے نہیں ڈرا اور کیونکر ڈرتا میں اُس بصیرت کے

مقابل پر جو مجھے آسمان سے عطا کی گئی ہے۔ ان سفلی ملاؤں کو سراسر بے بصر سمجھتا ہوں اور بخدا ایک مرے ہوئے کیڑے کے برابر بھی میں انھیں خیال نہیں کرتا۔ کیا کوئی زندہ مُردوں سے ڈرا کرتا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ علمِ دین ایک آسمانی بھید ہے اور وُہی کماحقہ آسمانی بھید جانتا ہے جو آسمان سے فیض پاتا ہے جو خدائے تعالیٰ تک پہنچتا ہے وہی اُسکی کلام کے اسرارِ عمیقہ تک بھی پہنچتا ہے جو پُوری روشنی میں نشست رکھتا ہے وُہی ہے جو پُوری بصیرت بھی رکھتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ میں اُنکی گندی گالیوں سے ڈر گیا اور اُنکی نجاست سے بھری ہوئی باتوں سے مَیں ترساں ہُوا تو شاید کسی قدر سچ بھی ہوتا کیونکہ ہمیشہ شرفاء بدگفتار لوگوں سے ڈرا کرتے ہیں اور مہذّب لوگ گندی زبان والوں سے پرہیز کر جاتے ہیں۔ شریف از **سفلہ** نمے ترسد بلکہ از سفلگی اومے ترسد۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ میاں نذیر حسین کی پردہ دری کرے اور اُنکی آواز دُہل کی حقیقت لوگوں پر ظاہر کر دیوے سو **بالغ نظر** جانتے ہیں کہ وُہ خواستہ ایزدی پُورا ہو گیا اور نذیر حسین کے تقویٰ اور خدا پرستی اور علم اور معرفت کی ساری **قلعی کھُل گئی** اور ترک تقویٰ کی شامت سے ایک ذلت اُنکو پہنچ گئی مگر ایک **اور ذلّت** ابھی باقی ہے جو اُنکے لئے اور اُن کے ہمخیال لوگوں کے لئے طیار ہے جس کا ذکر ہم نیچے کرتے ہیں ❊

الہام اللہ تعالیٰ

كِتَابٌ سَجَّلْنَاهُ مِنْ عِنْدِنَا

یہ وہ کتاب ہے جسپر ہمنے اپنے پاس سے مہر لگا دی ہے

آسمانی فیصلہ

اے خدا اے مالکِ ارض و سما
اے پناہِ حزبِ خود در ہر بلا
اے رحیم و دست گیر و رہنما
ایکہ در دستِ تو فصل است و قضا
سخت شورے او فتاد اندر زمین
رحم کن بر خلق اے جان آفرین

امر فیصل از جنابِ خود نما
تا شود قطع نزاع و فتنہ ہا
اِک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھکو سب قدرت ہے اے ربّ الوریٰ
حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام
اِک نشاں دکھلا کہ ہو حجت تمام

قبل اِسکے جو مَیں آسمانی فیصلہ کا ذکر کروں صفائی بیان کیلئے اِسقدر لکھنا ضرور ہے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے نزدیک فی الحقیقت مومن ہیں اور جن کو خدائے تعالیٰ نے خاص اپنے لئے چُن لیا ہے اور اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے اور اپنے برگزیدہ گروہ میں جگہ دیدی ہے

اور جنکے حق میں فرمایا ہے سِيْمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ [1] ان میں آثار سجود اور عبودیت کے ضرور پائے جانے چاہئیں کیونکہ خدائے تعالیٰ کے وعدوں میں خطا اور تخلف نہیں سو ان تمام علامات کا مومن میں پائے جانا جنکا قرآن کریم میں مومنوں کی تعریف میں ذکر فرمایا گیا ہے ضروریاتِ ایمان میں سے ہے اور مومنوں اور ایسے شخص میں فیصلہ کرنے کیلئے جس کا نام اُسکی قوم کے علماء نے کافر رکھا اور مفتری اور دجّال اور ملحد قرار دیا۔ یہی علامات کامل محک اور معیار ہیں۔ پس اگر کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کا نام کافر رکھے اور اس سے مطمئن نہ ہو کہ وہ شخص اپنے ایماندار ہونے کا اقرار کرتا ہے اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا قائل ہے اور اسلام کے تمام عقیدوں کا ماننے والا ہے اور خدائے تعالیٰ کے تمام فرائض اور حدود اور احکام کو فرائض اور حدود اور احکام سمجھتا ہے اور حتی الوسع اُنپر عمل کرتا ہے۔ تو پھر بالآخر طریق فیصلہ یہ ہے کہ فریقین کو اُن علامات میں آزمایا جاوے جو خداوند تعالیٰ نے مومن اور کافر میں فرق ظاہر کرنے کیلئے قرآن کریم میں ظاہر فرمائی ہیں تا جو شخص حقیقت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اُس کو خدائے تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق تہمتِ کفر سے بری کرے اور اُس میں اور اُسکے غیر میں فرق کر کے دکھا دیوے اور روز کا قصّہ کوتاہ ہو جاوے۔ یہ بات ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ عاجز جیسا کہ میاں نذیر حسین اور اُسکے شاگرد بٹالوی کا خیال ہے درحقیقت کافر اور دجّال اور مفتری اور مورد لعن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے تو خدائے تعالیٰ عند المقابلہ کوئی نشان ایمانداران کا اس عاجز کی تصدیق کیلئے ظاہر نہیں کریگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کافروں اور اپنے دین کے مخالفوں کے بارے میں جو بے ایمان اور مردود ہیں ایمانی علامات کے دکھلانے سے ہرگز اپنی تائید ظاہر نہیں کرتا اور کیونکر کرے جبکہ وہ اُنکو جانتا ہے کہ وہ دشمن دین اور نعمت ایمان سے بے بہرہ ہیں۔ سو جیسا کہ میاں نذیر حسین صاحب اور بٹالوی نے میری نسبت کفر اور بیدینی کا فتویٰ لکھا۔ اگر میں درحقیقت ایسا ہی کافر اور دجّال اور دشمن دین ہوں تو خدائے تعالیٰ اِس مقابلہ میں ہرگز میری تائید نہیں کریگا بلکہ اپنی تائیدوں سے مجھے بے بہرہ رکھ کر ایسا رُسوا کریگا کہ جیسا اتنے بڑے کذّاب کی سزا ہونی چاہیئے اور اس صورت میں اہل اسلام میرے شر سے بچ جائیں گے اور تمام مسلمان میرے فتنہ سے امن میں آجائینگے لیکن اگر کرشمہ قدرت

[1] الفتح : ۳۰

یہ پیدا ہوا کہ خود میاں نذیر حسین اور اُنکی جماعت کے لوگ بٹالوی وغیرہ تائید کے نشانوں میں مخذول و مہجور رہے اور تائید الٰہی میرے شامل حال ہوگئی تو اس صورت میں بھی لوگوں پر حق کھل جائے گا اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔

اب جاننا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن کریم میں چار عظیم الشان آسمانی تائیدوں کا کامل متقیوں اور کامل مومنوں کیلئے وعدہ دیا ہے اور وہی کامل مومن کی شناخت کے لئے کامل علامتیں ہیں اور وہ یہ ہیں۔ **اوّل** یہ کہ مومن کامل کو خدائے تعالیٰ سے اکثر بشارتیں ملتی ہیں یعنے پیش از وقوع خوشخبریاں جو اُسکی مرادات یا اُسکے دوستوں کے مطلوبات ہیں اُسکو بتلائی جاتی ہیں **دوم** یہ کہ مومن کامل پر ایسے امور غیبیہ کھلتے ہیں جو نہ صرف اُسکی ذات یا اُسکے واسطے داروں سے متعلق ہوں بلکہ جو کچھ دُنیا میں قضا و قدر نازل ہونے والی ہے یا بعض دُنیا کے افراد مشہورہ پر کچھ تغیرات آنیوالے ہیں اُن سے برگزیدہ مومن کو اکثر اوقات خبر دیجاتی ہے۔ **سیوم** یہ کہ مومن کامل کی اکثر دُعائیں قبول کیجاتی ہیں اور اکثر اُن دُعاؤں کی قبولیّت کی پیش از وقت اطلاع بھی دیجاتی ہے **چہارم** یہ کہ مومن کامل پر قرآن کریم کے دقائق و معارف جدیدہ و لطائف و خواص عجیبہ سب سے زیادہ کھولے جاتے ہیں۔ اِن چاروں علامتوں میں مومن کامل نسبتی طور پر دُوسروں پر غالب رہتا ہے۔ اور اگرچہ دائمی طور پر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہمیشہ مومن کامل کو منجانب اللہ بشارتیں ہی ملتی رہیں یا ہمیشہ بلا تخلّف ہر ایک دُعا اُس کی منظور ہی ہو جایا کرے اور نہ یہ کہ ہمیشہ ہر ایک حادثہ زمانہ سے اُسکو اطلاع دیجائے اور نہ یہ کہ ہر وقت معارف قرآنی اُسپر کھلتے رہیں لیکن غیر کے مقابلہ کے وقت اِن چاروں علامتوں میں کثرت مومن ہی کی طرف رہتی ہے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ غیر کو بھی مثلاً جو مومن ناقص ہے شاذ و نادر کے طور پر اِن نعمتوں سے کچھ حصّہ دیا جاوے مگر **اصلی وارث** اِن نعمتوں کا مومن کامل ہی ہوتا ہے ہاں یہ سچ ہے کہ یہ مرتبہ کاملہ مومن کا بغیر مقابلہ کے ہر ایک بلید و غبی اور کوتاہ نظر پر کھل نہیں سکتا۔ لہٰذا نہایت صاف اور سہل طریق حقیقی اور کامل مومن کی شناخت کے لئے مقابلہ ہی ہے۔ کیونکہ اگرچہ یہ تمام علامات بطور خود بھی مومن کامل سے صادر ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن یک طرفہ طور پر بعض دقتیں بھی ہیں مثلاً بسا اوقات مومن کامل کی خدمت میں دُعا کرانے کے لئے ایسے لوگ بھی آجاتے ہیں جنکی تقدیر میں قطعاً کامیابی

نہیں ہوتی اور قلمِ ازل مبرم طور پر اُنکے مخالف چلی ہوئی ہوتی ہے سو وہ لوگ اپنی ناکامی کی وجہ سے مومن کامل کی اِس علامت قبولیت کو شناخت نہیں کرسکتے بلکہ اور بھی شک میں پڑجاتے ہیں اور اپنے محروم رہنے کی وجہ سے مومن کامل کے کمالات قبولیت پر مطلع نہیں ہوسکتے اور اگرچہ **مومن کامل** کا خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ اور مرتبہ ہوتا ہے اور اُسکی خاطر سے اور اُسکی تضرّع اور دُعا سے بڑے بڑے پیچیدہ کام درست کئے جاتے ہیں اور بعض ایسی تقدیریں جو تقدیر مُبرم کے مشابہ ہوں بدلائی بھی جاتی ہیں مگر جو تقدیر حقیقی اور واقعی طور پر مُبرم ہے وہ مومن کامل کی **دُعاؤں** سے ہرگز بدلائی نہیں جاتی۔ اگرچہ وہ مومن کامل **نبی یا رسول** کا ہی درجہ رکھتا ہو۔ غرض نسبتی طور پر مومن کامل ان چاروں علامتوں میں اپنے غیر سے بہ بداہت ممیّز ہوتا ہے اگرچہ دائمی طور پر قادر اور کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پس جبکہ یہ امر ثابت ہوچکا کہ نسبتی طور پر حقیقی اور کامل مومن کو کثرت بشارات اور کثرت استجابت دُعا اور کثرت انکشاف مغیبات اور کثرت انکشاف معارف قرآنی سے وافر حصّہ ہے تو مومن کامل اور اُسکے غیر کے آزمانے کیلئے اِس سے بہتر اور کوئی طریق نہ ہوگا کہ بذریعہ مقابلہ ان دونوں کو جانچا اور پرکھا جاوے یعنی اگر یہ امر لوگوں کی نظر میں مشتبہ ہو کہ دو شخصوں میں سے کون عند اللہ مومن کامل اور کون اِس درجہ سے گرا ہوا ہے تو **انھیں چاروں علامتوں کے ساتھ مقابلہ** ہونا چاہیئے یعنی اِن چاروں علامتوں کو محک اور معیار ٹھہرا کر مقابلہ کے وقت دیکھا جائے کہ اِس معیار اور **ترازو** کی رُو سے کون شخص پُورا اُترا ہے اور کس کی حالت میں کمی اور نقصان ہے۔

اب خلق اللہ گواہ رہے کہ مَیں خالصًا للہ اور اظہارًا للحق **اِس مقابلہ** کو بدل و جان **منظور** کرتا ہوں اور مقابلہ کیلئے جو صاحب میرے سامنے آنا چاہیں اُن میں سے سب سے **اوّل نمبر** میاں نذیر حسین دہلوی کا ہی ہے جنہوں نے پچاس سال سے زیادہ قرآن اور حدیث پڑھا کر پھر اپنے علم اور عمل کا یہ **نمونہ** دکھایا کہ بلا تفتیش و تحقیق اِس عاجز کے کفر پر **فتویٰ** لکھدیا اور ہزارہا وحشی طبع لوگوں کو بدظن کرکے اُن سے گندی گالیاں دلائیں۔ اور بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ مُنہ سے نکالنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور آپ مومن کامل اور شیخ الکل اور شیخ العرب والعجم بن **بیٹھے**۔ لہٰذا مقابلہ کے لئے سب سے اوّل انھیں کو **دعوت** کی جاتی ہے۔

ہاں اُنکو اختیار ہے کہ وُہ اپنے ساتھ بٹالوی کو بھی کہ اَب تو خواب بینی کا بھی دعویٰ رکھتا ہے ملا لیں بلکہ اُنکو میری طرف سے اختیار ہے کہ وُہ مولوی عبد الجبّار صاحب خلف عبد صالح مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم اور نیز مولوی عبد الرحمٰن لکھو کے والے کو جو میری نسبت **ابدی گمراہ** ہونے کا الہام مشتہر کر چکے ہیں اور کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں اور نیز مولوی محمدؐ بشیر صاحب بھوپالوی کو جو اُنکے متبعین میں سے ہیں اِس مقابلہ میں اپنے ساتھ ملا لیں اور اگر میاں صاحب موصوف اپنی عادت کے موافق گریز کر جائیں تو یہی حضرات مذکورہ بالا میرے سامنے آویں۔ اور اگر یہ سب گریز اختیار کریں تو پھر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اس کام کیلئے ہمّت کریں کیونکہ مقلّدوں کی پارٹی کے تو وُہی رُکن اوّل ہیں اور اُنکے ساتھ ہر ایک ایسا شخص بھی شامل ہو سکتا ہے کہ جو نامی اور مشاہیر صوفیوں اور پیرزادوں اور سجادہ نشینوں میں سے ہو اور انھیں حضرات علماء کی طرح اِس عاجز کو کافر اور مفتری اور کذّاب اور مکّار سمجھتا ہو اور اگر یہ سب کے سب مقابلہ سے مُنہ پھیر لیں اور کچّے عذروں اور نا معقول بہانوں سے میری اِس دعوت کے قبول کرنے سے منحرف ہو جائیں تو خدائے تعالیٰ کی حجّت اُنپر تمام ہے میں مامور ہوں اور فتح کی مجھے بشارت دیگئی ہے۔ لہٰذا میں حضرات مذکورہ بالا کو مقابلہ کیلئے بلاتا ہوں **کوئی ہے جو میرے سامنے آوے؟** اور مقابلہ کے لئے احسن انتظام یہ ہے کہ **لاہور** میں جو صدر مقام پنجاب ہے اِس امتحان کی غرض سے ایک انجمن مقرر کیجائے۔ اگر فریق مخالف اِس تجویز کو پسند کرے تو انجمن کے ممبر بتراضیٔ فریقین مقرر کئے جائیں گے اور اختلاف کے وقت **کثرت رائے** کالحاظ رہیگا اور مناسب ہوگا کہ چاروں علامتوں کی پُورے طور پر آزمائش کیلئے فریقین ایک سال تک انجمن میں بقید تاریخ اپنی تحریرات بھیجتے رہیں اور انجمن کیطرف سے بقید تاریخ و بہ تفصیل مضمون تحریرات موصول شدہ کی رسیدیں فریقین کو بھیجی جائینگی۔ **علامت اوّل**

یعنی بشارتوں کی آزمائش کا طریق یہ ہوگا کہ فریقین پر جو کچھ منجانب اللہ بطریق الہام و کشف وغیرہ ظاہر ہو وُہ امر بقید تاریخ و بہ ثبت شہادت چار کس از مسلماناں پیش از وقوع انجمن کی خدمت میں پہنچا دیا جائے اور انجمن اپنے رجسٹر میں بقید تاریخ اُس کو درج کرے اور اُسپر تمام ارکانِ انجمن یا کم سے کم پانچ ممبروں کے دستخط ہو کر پھر ایک رسید اُسکی فرستندہ کو حسب تصریح مذکور بھیجی جائے اور اُس بشارت کے صدق یا کذب کا انتظار کیا جائے اور کسی نتیجہ کے ظہور کے وقت

اُسکی یادداشت معہ اُسکے ثبوت کے رجسٹر میں لکھی جاوے اور بدستور ممبروں کی گواہیاں اُسپر ثبت ہوں۔ اور **دُوسری علامت** کی نسبت بھی جو حوادث و نوازل دُنیا کے متعلق ہے یہی انتظام مرعی رہے گا۔ اور یاد رہے کہ انجمن کے پاس یہ سب اسرار بطور امانت محفوظ رہینگے اور انجمن اس بات کا حلفاً اقرار کریگی کہ اسوقت سے پہلے کہ فریقین کے موازنہ کیلئے اُن امور کا جلسہ عام میں افشا ہو۔ ہرگز کوئی امر کسی اجنبی کے کانوں تک نہیں پہنچایا جائیگا بجز اس صورت کے کہ کسی راز کا فاش ہونا انجمن کے حد اختیار سے باہر ہو اور **علامت سوم** یعنی قبولیت دُعا کی آزمائش کا طریق یہ ہوگا کہ وُہی انجمن مختلف قسم کے مصیبت رسیدوں کے بہم پہنچانے کیلئے جسمیں ہر ایک مذہب کا آدمی شامل ہو سکتا ہے ایک عام اشتہار دے دیگی اور ہر ایک مذہب کا آدمی خواہ وہ مسلمان ہو خواہ عیسائی یا ہندو ہو یا یہودی ہو غرض کسی مذہب یا کسی رائے کا پابند ہو اگر وُہ کسی عظیم الشان مصیبت میں مبتلا ہو اور اپنے نفس کو مصیبت زدوں کے گروہ میں پیش کرے تو بلاتمیز و تفرقہ قبول کیا جائیگا کیونکہ خدائے تعالےٰ نے جسمانی دنیوی فوائد کے پہنچانے میں اپنے مختلف المذاہب بندوں میں کوئی تمیز اور تفرقہ قائم نہیں رکھا اور مصیبت زدوں کی فراہمی کیلئے ایک ماہ تک یا جیسے انجمن مناسب سمجھے یہ انتظام رہیگا کہ اُنکے نام کے پرچے معہ ولدیت و سکونت وغیرہ کے ایک صندوق میں جمع ہوتے رہیں بعد اسکے اُنکی اسم وار دو فردیں برعایت اعتدال اور بقید ولدیت و قومیت و سکونت و مذہب و پیشہ و بتصریح بلاء پیش آمدہ مرتب کر کے فریقین کے سامنے معہ اُن مصیبت رسیدوں کے پیش کرینگے۔ اور فریقین اُن مصیبت رسیدوں کا ملاحظہ کر کے ان دونوں فردوں کو بذریعہ قرعہ اندازی کے باہم تقسیم کر لینگے اور اگر کوئی مصیبت زدہ کسی دُور دراز ملک میں ہو اور بوجہ بُعد مسافت و عدم مقدرت حاضر نہ ہو سکے تو ایک شاخ انجمن اُس شہر میں مقرر ہو کر جہاں وُہ مصیبت زدہ رہتا ہے اُسکے پرچہ مصیبت کو صدر انجمن میں پہنچا دینگے اور بعد قرعہ اندازی کے ہر ایک فریق کے حصہ میں جو فرد آئیگی اُس فرد میں جو مصیبت رسیدہ مندرج ہونگے وُہ اُسی فریق کے حصہ کے سمجھے جائیں گے جسکو خدائے تعالیٰ نے قرعہ اندازی کے ذریعہ سے یہ فرد دے دی اور واجب ہوگا کہ انجمن مصیبت رسیدوں کی فراہمی کے لئے اور اُنکی تاریخ مقررہ پر حاضر ہو جانے کی غرض سے چند ہفتے پہلے اشتہارات شائع کر دیوے۔ اُن اشتہارات کا تمام خرچ خاص میرے ذمہ ہوگا* اور وُہ دو فردیں مصیبت رسیدونکی

*نوٹ جلسہ عام میں اس تحریر کے پڑھے جانے پر اخویم مولوی غلام قادر صاحب فصیح مالک و مہتمم اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ نے بذریعہ تحریر ظاہر کیا کہ ان اشتہارات کے طبع اور شائع ہونے کا کل خرچ میرے ذمہ رہے گا۔ فجزاہم اللہ خیرا۔ منہ

جو تیار ہوگی ایک ایک نقل اُنکی انجمن بھی اپنے دفتر میں رکھے گی اور یہی دن سال مقررہ میں سے پہلا دن شمار کیا جائیگا۔ ہر ایک فریق اپنے حصّہ کے مصیبت رسیدوں کے لئے دُعا کرتا رہیگا اور بدستور مذکورہ تمام کارروائی انجمن کی رجسٹر میں درج ہوتی رہیگی۔ اور اگر ایک سال کے عرصہ میں اور اُسوقت سے پہلے جو کثرت قبولیت اور غلبہ صریحہ کا اندازہ پیدا ہو کوئی فریق وفات پا جائے اور اپنے مقابلہ کے تمام امر کو ناتمام چھوڑ جائے تب بھی وہ مغلوب سمجھا جائیگا کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے خاص ارادہ سے اُسکے کام کو ناتمام رکھا تا اُس کا باطل پر ہونا ظاہر کرے۔ اور مصیبت رسیدوں کا اندازہ کثیرہ اِسلئے شرط ٹھہرایا گیا ہے کہ قبولیت دُعا کا امتحان صرف باعتبار کثرت ہو سکتا ہے ورنہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ دُعا کرانے والے صرف چند آدمی ہوں مثلاً دو یا تین شخص ہوں تو وہ اپنی ناکامی میں تقدیر مبرم رکھتے ہوں یعنے ارادہ ازلی میں قطعی طور پر یہی مقدر ہو کہ یہ ہرگز اپنی بلاؤں سے مخلصی نہیں پائیں گے اور اکثر ایسا اتفاق اکابر اولیاء اور انبیاء کو پیش آتا رہا ہے کہ اِن کی دُعاؤں کے اثر سے بعض آدمی محروم رہے اسکی یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ اپنی ناکامی میں تقدیر مُبرم رکھتے تھے لہذا ایک یا دو بلا رسیدوں کو معیار آزمائش ٹھہرانا ایک دھوکہ دینے والا طریق ہے اور ہو سکتا ہے کہ وُہ اپنی ناکامی میں تقدیر مبرم رکھتے ہوں پس اگر وہ دُعا کیلئے کسی مقبول کی طرف رجوع کریں اور اپنی تقدیر مُبرم کی وجہ سے ناکام رہیں تو اِس صورت میں اُس بزرگ کی قبولیّت اُنپر مخفی رہے گی بلکہ شاید وُہ اپنے خیال کو بدظنّی کی طرف کھینچکر اُس خدا رسیدہ سے بداعتقاد ہو جائیں اور اپنی دُنیا کے ساتھ اپنی عاقبت بھی خراب کر لیں کیونکہ اِس طرز آزمائش میں بعض لوگوں نے نبیوں کے وقت میں بھی ٹھوکریں کھائی ہیں اور مُرتد ہونے تک نوبت پہنچی ہے اور یہ بات ایک معرفت کا دقیقہ ہے کہ مقبولوں کی قبولیّت کثرت استجابت دُعا سے شناخت کیجاتی ہے یعنے اُنکی اکثر دُعائیں قبول ہو جاتی ہیں نہ یہ کہ سب کی سب قبول ہوتی ہیں۔ پس جبتک کہ رجوع کرنیوالوں کی تعداد کثرت کی مقدار تک نہ پہنچے تب تک قبولیّت کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ اور کثرت کی پُوری حقیقت اور عظمت اُسوقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ جبکہ مومن کامل مستجاب الدعوات کا اُسکے غیر سے مقابلہ کیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ ایک بدباطن نکتہ چین کی نظر میں وہ کثرت بھی قلّت کی صورت میں نظر آوے سو درحقیقت کثرت استجابت دُعا ایک نسبتی امر ہے جسکی صحیح اور یقینی اور قطعی تشخیص جو منکر کے مُنہ کو بند کرنیوالی ہو مقابلہ سے

ہی ظاہر ہوتی ہے مثلاً اگر ہزار ہزار مصیبت رسیدہ دو ایسے شخصوں کے حصہ میں آجائے جنکو مومن کامل اور مستجاب الدعوات ہونیکا دعویٰ ہے اور ایک شخص کی قبولیت دُعا کا یہ اثر ہو کہ ہزار میں سے پچاس یا پچیس [۲۵] ایسے باقی رہیں جو ناکام ہوں اور باقی سب کامیاب ہو جائیں اور دُوسرے گروہ میں سے شاید پچیس [۲۵] یا پچاس ناکامی سے بچیں اور باقی سب نامرادی کے تحت الثریٰ میں جائیں تو مقبول اور مردود میں صریح فرق ہو جائیگا۔ اس زمانہ کا فرقہ نیچریّہ ان اوہام اور وساوس میں مبتلا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابتدا سے قدرت نے شدنی اور ناشدنی امور میں تقسیم کر رکھی ہے اِسلئے استجابت دُعا کچھ چیز بھی نہیں مگر یہ اوہام سراسر خام ہیں اور حق بات یہی ہے کہ جیسے حکیم مطلق نے دواؤں میں باوجود انضباط قوانین قدریہ کی تاثیرات رکھی ہیں ایسا ہی دُعاؤں میں بھی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ تجارب صحیحہ سے ثابت ہوتی ہیں اور جس مبارک ذات علّت العلل نے استجابتِ دُعا کو قدیم سے اپنی سُنّت ٹھہرایا ہے اُسی ذات قدوس کی یہ بھی سُنّت ہے کہ جو مصیبت رسیدہ لوگ ازل میں قابل رہائی ٹھہر چکے ہیں وہ انھیں لوگوں کے انفاس پاک یا دُعا اور توجہ اور یا اُنکے وجود فی الارض کی برکت سے رہائی پاتے ہیں جو قرب اور قبولیّت الٰہی کے شرف سے مشرف ہیں اگرچہ دُنیا میں بہت سے لوگ بُت پرست بھی ہیں جو مومن کامل کیطرف اپنے مصائب کے وقت رجوع بھی نہیں کرتے اور ایسے بھی ہیں جو استجابت دُعا کے قائل ہی نہیں اور بکلّی تدابیر اور اسباب کے مقیّد ہیں اور اُنکی سوانح زندگی پر نظر ڈالنے سے شاید ایک سطحی خیال کا آدمی اِس دھوکہ میں پڑیگا کہ اُنکی مشکلات بھی تو حلّ ہوتی ہیں پھر یہ بات کہ مقبولوں کی دُعائیں بھی کثرت سے قبول ہوتی ہیں کیونکر صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے اِس وہم کا جواب جو قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ اگرچہ کوئی شخص اپنی مرادات کیلئے بُت کی طرف رجوع کرے یا اور دیوتاؤں کیطرف یا اپنی تدابیر کیطرف لیکن درحقیقت خدائے تعالیٰ کا پاک قانون قدرت یہی ہے کہ یہ تمام امور مقبولوں کے ہی اثر وجود سے ہوتے ہیں اور اُنکے انفاس پاک سے اور اُنکی برکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے اُنھیں کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور اُنھیں کی برکت سے دُنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دُور ہوتی ہیں اور فساد مٹائے جاتے ہیں اور اُنھیں کی برکت سے دُنیا دار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے اور اُنھیں کی برکت سے چاند نکلتا اور سُورج چمکتا ہے وہ دُنیا کے نور ہیں جبتک وہ اپنے وجود نوعی کے لحاظ سے دُنیا میں ہیں دُنیا منوّر ہے اور اُنکے وجود نوعی کے خاتمہ کے

ساتھ ہی دُنیا کا خاتمہ ہو جائیگا کیونکہ **حقیقی آفتاب و ماہتاب دُنیا کے وُہی ہیں۔**
اِس تقریر سے ظاہر ہے کہ بنی آدم کی مرادات بلکہ زندگی کا مدار وُہی لوگ ہیں اور بنی آدم کیا ہر یک مخلوق کے ثبات اور قیام کا مدار اور مناط وہی ہیں اگر وُہ نہ ہوں تو پھر دیکھو کہ بُتوں سے کیا حاصل ہے اور تدبیروں سے کیا فائدہ ہے یہ ایک نہایت باریک بھید ہے جسکے سمجھنے کیلئے صرف اِس دُنیا کی **عقل** کافی نہیں بلکہ **وُہ نُور** درکار ہے جو عارفوں کو ملتا ہے درحقیقت یہ سارے شبہات مقابلہ سے دُور ہو جاتے ہیں کیونکہ مقابلہ کے وقت خدائے تعالیٰ خاص ارادہ فرماتا ہے کہ تا وُہ جو خدائے تعالیٰ کیطرف سے سچی قبولیت اور سچی برکت رکھتا ہے اُسی کی عزت ظاہر ہو۔ اگر بُت پرست موحّد کے مقابل پر آوے اور استجابتِ دُعا میں ایک دوسرے کی آزمائش کریں تو بُت پرست سخت ذلیل اور رسوا ہو۔ اِسی وجہ سے میں نے پہلے بھی کہدیا ہے کہ کامل مومن کی آزمائش کیلئے جیسا سہل طریق مقابلہ ہے ایسا اور کوئی طریق نہیں جس بارے میں کامل مومن کی دُعا منظور نہ ہو اور اعلامِ الٰہی سے اُسکو نامنظوری کی اطلاع دیجائے پھر اگر اُس کام کیلئے یورپ اور امریکہ کی تمام تدبیریں ختم کیجائیں یا دُنیا کے تمام بُتوں کے آگے سر رگڑا جائے یا اگر تمام دنیا اپنی اپنی دُعاؤں میں اس امر میں کامیابی چاہے تو یہ ناممکن ہوگا۔ اور اگرچہ مومن کامل کا فیض تمام دُنیا میں جاری و ساری ہوتا ہے اور اسی کی برکت سے دُنیا کی کل چلتی ہے اور وُہ در پردہ ہر یک کیلئے حصولِ مرادات کا ذریعہ ہوتا ہے خواہ کوئی اُسکو شناخت کرے یا نہ کرے۔ لیکن جو لوگ خاص طور پر ارادت اور عقیدت کے ساتھ اسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں وُہ نہ صرف اُسکی برکت سے دُنیا کی مرادات پاتے ہیں بلکہ اپنا دین بھی درست کر لیتے ہیں اور اپنے ایمانوں کو قوی کر لیتے ہیں اور اپنے رب کو پہچان لیتے ہیں اور اگر وہ وفاداری سے مومن کامل کے زیرِ سایہ پڑے رہیں اور درمیان سے بھاگ نہ جائیں تو بکثرت آسمانی نشانوں کو دیکھ لیتے ہیں ٭

اور مَیں نے جو اِس مضمون میں مختلف اقسام کے مصیبت رسیدوں کا ہونا بطور شرط لکھ دیا ہے یہ اِس لئے لکھا ہے کہ تا عام طور پر انواع اقسام کی صُورتوں میں خدائے تعالیٰ کی رحمت ظاہر ہو اور ہر یک طبیعت اور مذاق کا آدمی اُسکو سمجھ سکے اور مختلف اقسام کے مصیبت رسیدہ مندرجہ ذیل مثالوں سے سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی انواع اقسام کے امراض میں مبتلا ہو اور کوئی کسی ناحق کی سزا میں پھنس گیا ہو یا پھنسنے والا ہو اور کسی کا ولدِ عزیز مفقود الخبر ہو اور کوئی خود لاولد ہو اور کوئی جاہ

و مرتبہ کے بعد لائق رحم ذلت میں پڑا ہوا ور کوئی کسی ظالم کے پنجہ میں گرفتار ہو۔ اور کوئی فوق الطاقت اور غیر معمولی قرضہ کی بلا سے جان بلب ہو اور کسی کا جگر گوشہ دین اسلام سے مرتد ہو گیا ہو اور کوئی کسی ایسے غم وقلق میں گرفتار ہو جسکو ہم اسوقت بیان نہیں کر سکتے۔ اور **علامت چہارم** یعنے معارف قرآنی کا کھلنا اسمیں احسن انتظام یہ ہے کہ ہر یک فریق چند آیات قرآنی کے معارف وحقائق ولطائف لکھ کر انجمن میں عین جلسہ عام میں سُنائے پھر اگر جو کچھ کسی فریق نے لکھا ہے کسی پہلی تفسیر کی کتاب میں ثابت ہو جائے تو یہ شخص محض ناقل متصوّر ہو کر موردِ عتاب ہو۔ لیکن اگر اُسکے بیان کردہ حقائق و معارف قرآنی جو فی حد ذاتہا صحیح اور غیر مخدوش بھی ہوں ایسے جدید اور نو وارد ہوں جو پہلے مفسّرین کے ذہن انکی طرف سبقت نہ لے گئے ہوں اور باایںہمہ وہ معنے من کل الوجوہ تکلّف سے پاک اور قرآن کریم کے اعجاز اور کمال عظمت اور شان کو ظاہر کرتے ہوں اور اپنے اندر ایک جلالت اور ہیبت اور سچائی کا نور رکھتے ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ خدائے تعالیٰ کیطرف سے ہیں جو خداوند تعالیٰ نے اپنے مقبول کی عزت اور قبولیت اور قابلیت ظاہر کرنے کیلئے اپنے لدُنّی علم سے عطا فرمائی ہیں یہ ہر چہار محک امتحان جو مَیں نے لکھی ہیں یہ ایسی سیدھی اور صاف ہیں کہ جو شخص غور کے ساتھ انکو زیر نظر لائیگا وُہ بلاشبہ اس بات کو قبول کر لیگا کہ متخاصمین کے فیصلہ کیلئے اِس سے صاف اور سہل تر اور کوئی رُوحانی طریق نہیں اور مَیں اقرار کرتا ہوں اور اللہ جلّشانہ، کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مَیں اِس مقابلہ میں مغلوب ہو گیا تو اپنے ناحق پر ہونے کا خود اقرار شائع کر دُونگا۔ اور پھر میاں نذیر حسین صاحب اور شیخ بٹالوی کی تکفیر اور مفتری کہنے کی حاجت نہیں رہیگی اور اِس صُورت میں ہر ایک ذلت اور توہین اور تحقیر کا مستوجب وسزاوار ٹھہرونگا اور اُسی جلسے میں اقرار بھی کر دُونگا کہ مَیں خدائے تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور میرے تمام دعاوی باطل ہیں اور بخدا مَیں یقین رکھتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ میرا خدا ہرگز ایسا نہیں کریگا اور کبھی مجھے ضائع ہونے نہیں دیگا۔ اب **علماء مذکورہ بالا** کا اِس صاف اور صریح امتحان سے انحراف کرنا (اگر وُہ انحراف کریں) نہ صرف بے انصافی ہوگی بلکہ میرے خیال میں وُہ اِسوقت چُپ رہنے سے یا صرف مغشوش اور غیر صحیح جوابوں پر کفایت کرنے سے دانشمند لوگوں کو اپنے پر سخت بدگمان کرلینگے اگر وُہ اِسوقت ایسے شخص کے مقابل پر جو سچّے دل سے مقابلہ کیلئے مَیدان میں کھڑا ہے محض حیلہ سازی سے بھرا ہوا کوئی ملمع جواب دینگے تو یاد رکھیں کہ کوئی

طالبِ حق اور حق پسند ایسے جواب کو پسند نہیں کریگا بلکہ منصف لوگ اُسکو تاسّف کی نگاہوں سے دیکھیں گے
ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ جو شخص **مسیح موعود** ہونے کا مدعی ہو وہ کیوں یکطرفہ
طور پر ایسے نشان نہیں دکھلاتا جن سے لوگ مطمئن ہو جائیں۔ اِسکا جواب یہ ہے کہ یہ تمام لوگ علماء
کے تابع ہیں اور علماء نے اپنے اشتہارات کے ذریعہ سے عوام میں یہ بات پھیلا دی ہے کہ یہ شخص کافر اور
دجّال ہے اگر کتنے ہی نشان دکھاوے تو بھی قبول کے لائق نہیں چنانچہ شیخ بٹالوی نے اپنے ایک
لمبے اشتہار میں جسکو اُس نے لدھیانہ کی بحث کے بعد چھاپا ہے یہی باتیں صاف صاف لکھدی ہیں
اور بڑے انکار اور عناد کی راہ سے اِس عاجز کی نسبت بیان کیا ہے کہ یہ شخص جو آسمانی نشانوں کے
دکھلانے کیطرف دعوت کرتا ہے اِسکی اِس دعوت کیطرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ نشان تو ابن
صیّاد سے بھی ظاہر ہوتے تھے اور دجّال معہود بھی دکھلائیگا پھر نشانوں کا کیا اعتبار ہے۔ ماسوا اسکے
مَیں یہ بھی سُنتا ہوں اور اپنے مخالفوں کے اشتہارات میں پڑھتا ہوں کہ وہ میرے یکطرفہ نشانوں کو
تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور محض شرارت کی راہ سے کہتے ہیں کہ اگر یہ شخص کوئی سچی خواب بتلاتا ہے یا
کوئی الہامی پیشگوئی ظاہر کرتا ہے تو اُن امور میں اسکی خصوصیّت کیا ہے کافروں کو بھی سچّی خوابیں آجاتی
ہیں بلکہ کبھی اُنکی دُعائیں بھی قبول ہو جاتی ہیں کبھی اُنکو پیش از وقت کوئی بات بھی معلوم ہو جاتی ہے۔
بعض قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ یہ بات تو ہمیں بھی حاصل ہے اور نہیں جانتے کہ فقط ایک دِرم سے گدا اگر
تونگر نہیں کہلا سکتا اور ایک ذرہ سی روشنی سے کرمکِ شب تاب کو سُورج نہیں کہہ سکتے۔ لیکن بغیر
مقابلہ کے یہ لوگ کسی طرح سمجھ نہیں سکتے۔ مقابلہ کے وقت انھیں اختیار ہے کہ اگر آپ عاجز آجائیں تو
دس بیس کافر ہی اپنے ساتھ شریک کرلیں۔ غرض جبکہ مولویوں نے یکطرفہ نشانوں کو منظور ہی نہیں کیا
اور مجھے کافر ہی ٹھہراتے ہیں اور میرے نشانوں کو استدراج میں داخل کرتے یا تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں
تو پھر یکطرفہ نشانوں سے کیا اثر مترتب ہوگا اور عوام جنکے دل اور کان ایسی باتوں سے پُر کئے گئے ہیں
ایسے نشانوں سے کیونکر مطمئن ہونگے لیکن ایمانی نشانوں کے دِکھلانے کا باہم مقابلہ ایک ایسا صاف
اور روشن امر ہے کہ اسمیں اِن عُلماء کا کوئی عُذر بھی پیش نہیں جاسکتا اور نیز جسقدر مقابلہ کے وقت
کُھلے کُھلے طور پر حق ظاہر ہو جاتا ہے ایسی کوئی اور صورت حق کے ظاہر ہونے کی نہیں۔ ہاں اگر یہ لوگ
اِس مقابلہ سے عاجز ہوں تو پھر اُنپر واجب ہے کہ اپنی طرف سے ایک اشتہار بہ ثبت مواہیر

بالاتفاق شائع کردیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرسکتے اور مومنین کاملین کے علامات ہم میں پائے نہیں جاتے اور نیز لکھدیں کہ ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس شخص یعنے اس عاجز کے نشانوں کو دیکھ کر بلا عذر قبول کر لینگے اور عوام کو قبول کرنے کے لئے فہمائش بھی کردینگے اور نیز دعویٰ کو بھی تسلیم کرلینگے اور تکفیر کے شیطانی منصوبوں سے باز آجائینگے اور اس عاجز کو مومن کامل سمجھ لینگے تو اس صورت میں یہ عاجز عہد کرتا ہے کہ اللہ جلشانہٗ کے فضل وکرم سے یکطرفہ نشانوں کا ثبوت انکو دیگا۔ اور امید رکھتا ہے کہ خداوند قوی قدیر انکو اپنے نشان دکھائیگا اور اپنے بندہ کا حامی اور ناصر ہوگا اور صدقاً اور حقاً اپنے وعدوں کو پورا کریگا لیکن اگر وہ لوگ ایسی تحریر شائع نہ کریں تو پھر بہرحال مقابلہ ہی بہتر ہے تا اُن کا یہ خیال اور یہ غرور کہ ہم مومن کامل اور شیخ الکل اور مقتدائے زمانہ ہیں اور نیز ملہم اور مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہیں مگر یہ شخص کافر اور دجّال اور کتّے سے بدتر ہے اچھی طرح انفصال پاجائے اور اس مقابلہ میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جو فیصلہ ہماری طرف سے یکطرفہ طور پر ایک مدّت دراز کو چاہتا ہے وہ مقابلہ کی صورت میں صرف تھوڑے ہی دنوں میں انجام پذیر ہو جائیگا سو یہ مقابلہ اس امر متنازعہ کے فیصلہ کرنے کے لئے کہ درحقیقت مومن کون ہے اور کافروں کی سیرت کون اپنے اندر رکھتا ہے نہایت آسان طریق اور نزدیک کی راہ ہے اِس سے جلد نزاع کا خاتمہ ہو جائیگا گویا صدہا کوس کا فاصلہ ایک قدم پر آجائیگا اور خدائے تعالیٰ کی غیرت جلد تر دکھا دیگی کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ اور اس مقابلہ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اسمیں فریقین کو نکتہ چینی کی گنجائش نہیں رہتی اور نہ ناحق کے عذروں اور بہانوں کی کچھ پیش جاتی ہے لیکن یکطرفہ نشانوں میں بداندیش کی نکتہ چینی عوام کالانعام کو دھوکہ میں ڈالتی ہے۔ یہ بھی جاننے والے جانتے ہیں کہ یکطرفہ نشان بہت سے آجتک اس عاجز سے ظہور میں آچکے ہیں جنکے دیکھنے والے زندہ موجود ہیں مگر کیا علماء باوجود ثبوت پیش کرنیکے انکو قبول کرلینگے ہرگز نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ تمام کلمات اور یہ طریق جو اختیار کیا گیا ہے یہ محض ان منکروں کا جلدی فیصلہ کرنیکے ارادہ سے اور نیز اسکات و افحام کے خیال اور اُنپر اتمام حجّت کی غرض سے اور سچائی کا کامل جلوہ دکھانے کی نیّت سے اور اُس پیغام کے پہنچانے کیلئے جو اس عاجز کو منجانب اللہ دیا گیا ہے ورنہ نشانوں کا ظاہر ہونا انکے مقابلہ پر موقوف نہیں نشانوں کا سلسلہ تو ابتدا سے جاری ہے اور ہر یک صحبت میں رہنے والا بشرطیکہ صدق اور استقامت سے رہے کچھ نہ کچھ دیکھ سکتا ہے اور آئندہ بھی خدائے تعالیٰ اس سلسلہ کو بے نشان نہیں

چھوڑے گا اور نہ اپنی تائید سے دستکش ہوگا بلکہ جیسا کہ اُسکے پاک وعدے ہیں وہ ضرور اپنے وقتوں پر نشان تازہ بتازہ دکھاتا رہیگا جبتک کہ وُہ اپنی حجّت کو پُوری کرے اور خبیث اور طیّب میں فرق کرکے دکھلاوے اُسی نے آپ اپنے **مکالمہ** میں اس عاجز کی نسبت فرمایا کہ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا اور میں کبھی اُمید نہیں کرسکتا کہ وُہ حملے بغیر ہونیکے رہینگے گو اُنکا ظہور میرے اختیار میں نہیں۔ مَیں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مَیں سچا ہوں۔ پیارو! یقیناً سمجھو کہ جبتک آسمان کا خدا کسی کے ساتھ نہ ہو۔ ایسی شجاعت کبھی نہیں دکھاتا کہ ایک دُنیا کے مقابل پر استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اُن باتوں کا دعویٰ کرے جو اُسکے اختیار سے باہر ہیں۔ جو شخص قوّت اور استقامت کے ساتھ ایک دُنیا کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا ہے کیا وہ آپ سے کھڑا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وُہ اُس ذات قدیر کی پناہ سے اور ایک غیبی ہاتھ کے سہارے سے کھڑا ہوتا ہے جسکے قبضہ قدرت میں تمام زمین و آسمان اور ہر ایک رُوح اور جسم ہے۔ سو آنکھیں کھولو اور سمجھ لو کہ اُس خدا نے مجھ عاجز کو یہ قُوّت اور استقامت دی ہے جسکے مکالمہ سے مجھے عزت حاصل ہے اُسی کیطرف سے اور اُسی کے کُھلے کُھلے ارشاد سے مجھے یہ جُرأت ہوئی کہ مَیں اُن لوگوں کے مقابل پر بڑی دلیری اور دلی استقامت سے کھڑا ہو گیا۔ جنکا یہ دعویٰ ہے کہ ہم مقتدا اور شیخ العرب والعجم اور مقرب اللہ ہیں جنمیں وُہ جماعت بھی موجود ہے جو ملہم کہلاتی ہے اور الٰہی مکالمہ کا دعویٰ کرتی ہے اور اپنے زعم میں الہامی طور پر مجھے کافر اور جہنمی ٹھہرا چکے ہیں سو مَیں اُن سب کے مقابل پر باذنہٖ تعالیٰ میدان میں آیا ہوں تا خدائے تعالیٰ صادق اور کاذب میں فرق کرکے دکھلاوے اور تا اُس کا ہاتھ جھوٹے کو تحت الثریٰ تک پہنچا وے! اور تا وُہ اُس شخص کی نصرت اور تائید کرے جس پر اُس کا فضل و کرم ہے۔ سو **بھائیو** دیکھو کہ یہ دعوت جسکی طرف میں میاں نذیر حسین صاحب اور اُنکی جماعت کو بُلاتا ہوں یہ درحقیقت مجھ میں اور اُن میں کُھلا کُھلا فیصلہ کرنیوالا طریق ہے۔ سو میں اس راہ پر کھڑا ہوں۔ اب اگر ان علماء کی نظر میں ایسا ہی کافر اور دجّال اور مفتری اور شیطان کا رہ زدہ ہوں تو میرے مقابل پر آنہیں کیوں تامل کرنا چاہیئے کیا اُنھوں نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا کہ عند المقابلہ نصرت الٰہی مومنوں کے ہی شامل حال ہوتی ہے۔ اللہ جلّشانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ[1] اے مومنو مقابلہ سے ہمّت مت ہارو اور کچھ اندیشہ مت کرو اور انجام کار

[1] آل عمران : ۱۴۰

غلبہ تمہیں کا ہے اگر تم واقعی طور پر مومن ہو۔ اور فرماتا ہے لَنۡ یَّجۡعَلَ اللّٰہُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سَبِیۡلًا۔[1] یعنے خدائے تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہیں دیگا۔ سو دیکھو خدائے تعالیٰ نے قرآن کریم میں مقابلہ کے وقت مومنوں کو فتح کی بشارت دے رکھی ہے اور خود ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ مومن کا ہی حامی اور ناصر ہوتا ہے مفتری کا ہرگز ناصر اور حامی نہیں ہو سکتا۔ سو جسکا خدائے تعالیٰ آپ دشمن ہو اور جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے ایسا نااہل آدمی کیونکر مومن کے مقابل پر ایمان کے علامات خاصہ سے خلعت یاب ہو سکتا ہے بھلا یہ کیونکر ہو کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے پیارے دوست اور سچے الہامات کے وارث اور نیز مومنین کاملین اور شیخ الکل ہوں وہ تو مقابلہ کے وقت ایمانی نشانوں سے محروم رہ جائیں اور بڑی ذلت کے ساتھ اُنکی پردہ دری ہو اور عمداً خدائے تعالیٰ اُنکی بزرگی اور نیکنامی کو صدمہ پہنچاوے۔ لیکن وہ جو راندہ درگاہ الٰہی اور بقول شیخ بٹالوی کتوں کی طرح اور کافر اور دجال اور بقول میاں نذیر حسین بکلی ایمان سے بے نصیب اور ملحد اور ہر ایک مخلوق سے بدتر ہو اُسمیں ایمانی نشان پائے جائیں اور خدائے تعالیٰ عند المقابلہ اُسی کو فتحمند اور کامیاب کرے ایسا ہونا تو ہرگز ممکن نہیں۔ ناظرین آپ لوگ ایماناً فرماویں کہ کیا آسمانی اور رُوحانی تائید مومنوں کیلئے ہوتی ہے یا کافروں کیلئے؟ اس تمام تقریر میں مَیں نے ثابت کر دیا ہے کہ حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ظاہر کرنے کیلئے مقابلہ کی از حد ضرورت ہے۔ ؎ تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ مَیں نے حضرت شیخ الکل صاحب اور اُنکے شاگردوں کی زبان درازیوں پر بہت صبر کیا اور ستایا گیا۔ اور آپ کو روکنا رہا۔ اب مَیں مامور ہونے کی وجہ سے اِس دعوت اللہ کیطرف شیخ الکل صاحب اور اُنکی جماعت کو بُلاتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اِس نزاع کا آپ فیصلہ کر دیگا وہ دِلوں کے خیالات کو جانچتا اور سینوں کے حالات کو پرکھتا ہے اور کسی سے دِل آزار زیادتی اور جہر بالسّوء پسند نہیں کرتا وہ لاپرواہ ہے متقی وُہی ہے جو اُس سے ڈرے اور میری اسمیں کیا کسرشان ہے اگر کوئی مجھے کُتّا کہے یا کافر کافر اور دجّال کرکے پکارے درحقیقت حقیقی طور پر انسان کی کیا عزت ہے صرف اُسکے نور کے پرتوہ پڑنے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ مجھ پر راضی نہیں اور مَیں اُس کی نگاہ میں بُرا ہوں تو پھر کُتّے کی طرح کیا ہزار درجہ کُتّوں سے بدتر ہوں ؎

گر خدا از بندۂ خوشنود نیست	ہیچ حیوانے چو او مردہ نیست
اے خدا اے طالباں را رہنما	ایکہ مہرِ تو حیاتِ رُوحِ ما
گر سگ نفس دُنی را پروریم	از سگانِ کوچہ ہا ہم کمتریم
بر رضائے خویش کن انجام ما	تا بماند در دو عالم کام ما

[1] النساء : ۱۴۲

خلق و عالم جملہ در شور و شراند | طالبانت در مقامِ دیگراند
آں یکے را نور مے بخشی بدل | واں دِگر را میگزاری با بگل
چشم و گوش و دِل زتو گیرد ضیاء | ذاتِ تو سرچشمۂ فیض و ہدیٰ

غرض خداوند قادر و قدوس میری پناہ ہے اور مَیں تمام کام اپنا اُسی کو سونپتا ہوں اور گالیوں کے عوض میں گالیاں نہیں دینا چاہتا اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں ایک ہی ہے جو کہیگا۔ افسوس کہ ان لوگوں نے تھوڑی سی بات کو بہت دُور ڈالدیا اور خدائے تعالیٰ کو اِس بات پر قادر نہ سمجھا کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے مامور کر کے بھیجے کیا انسان اُس سے لڑ سکتا ہے یا آدم زاد کو اُس پر اعتراض کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ تو نے ایسا کیوں کیا ایسا کیوں نہیں کیا۔ کیا وہ اِس بات پر قادر نہیں کہ ایک کی قوّت اور طبع دُوسرے کو عطا کرے اور ایک کا رنگ اور کیفیّت دُوسرے میں رکھ دیوے اور ایک کے اِسم سے دُوسرے کو موسوم کر دیوے۔ اگر انسان کو خدائے تعالیٰ کی وسیع قدرت پر ایمان ہو تو وہ بلا تامل ان باتوں کا یہی جواب دیگا کہ ہاں بلا شبہ اللہ جلشانہٗ ہر یک بات پر قادر ہے اور اپنی باتوں اور اپنی پیشگوئیوں کو جس طرز اور طریق اور جس پیرایہ سے چاہے پُورا کر سکتا ہے۔ ناظرین تم آپ ہی سوچکر دیکھو کہ کیا آنیوالے عیسٰی کی نسبت کسی جگہ یہ بھی لکھا تھا کہ وہ دراصل وُہی بنی اسرائیلی ناصری صاحب انجیل ہوگا بلکہ بخاری میں جو بعد کتاب اللہ اصح الکتاب کہلاتی ہے بجائے اِن باتوں کے **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** لکھا ہے اور حضرت مسیح کی **وفات** کی شہادت دی ہے جسکی آنکھیں ہیں دیکھے منصفو سوچ کر جواب دو کہ کیا **قرآن کریم** میں کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی وقت کوئی حقیقی طور پر صلیبوں کو توڑنے والا اور ذمّیوں کو قتل کرنیوالا اور قتل خنزیر کا نیا حکم لانے والا اور قرآنِ کریم کے بعض احکام کو منسوخ کرنیوالا ظہور کریگا اور آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ[1] اور آیت حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ[2] اُسوقت منسوخ ہو جائیگی اور نئی وحی قرآنی وحی پر خطِ نسخ کھینچ دیگی۔ اے لوگو اے مسلمانوں کی ذریّت کہلانے والو دُشمنِ قرآن نہ بنو اور خاتم النبیّین کے بعد وحی نبوّت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اُس خدا سے شرم کرو جسکے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اور بالآخر مَیں ناظرین کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ جن باتوں پر حضرت مولوی نذیر حسین صاحب اور اُنکی جماعت نے تکفیر کا فتویٰ دیا ہے اور میرا نام کافر اور دجّال رکھا ہے اور وہ گالیاں دی ہیں کہ کوئی مہذب آدمی غیر قوم کے آدمی کی نسبت بھی پسند نہیں کرتا اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ گویا یہ باتیں میری کتاب **توضیح مرام** اور **ازالہ اوہام** میں درج ہیں۔ میں انشاء اللہ القدیر عنقریب ایک مستقل رسالہ

[1] مائدہ : ۴ [2] التوبۃ : ۲۹

میں اُن تمام مقامات معترض علیہا کو لکھ کر منصفین کو دِکھلاؤنگا کہ کیا در حقیقت میں نے اِسلام کے عقیدہ سے انحراف کیا ہے یا اُنھیں کی آنکھوں پر پردہ اور اُنھیں کے دِلوں پر مُہریں ہیں کہ باوجود علم کے دعوے کے حقیقت کو شناخت نہیں کرسکتے اور اُس پُل کیطرح جو یکدفعہ ٹوٹ کر ہر طرف ایک سیلاب پیدا کردے لوگوں کی سدِّ راہ ہو رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ آخر یہ لوگ بہت شرمندگی کے ساتھ اپنی مُنہ بند کرلینگے اور بڑی ندامت اور ذِلت کے ساتھ تکفیر کے جوش سے دستکش ہو کر ایسے ٹھنڈے ہو جائینگے کہ جیسے کوئی بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی ڈالدے۔ لیکن انسان کی تمام قابلیت اور زیرکی اور عقلمندی اسمیں ہے کہ سمجھانے سے پہلے سمجھے اور جتلانے سے پہلے بات کو پاجائے۔ اگر سخت مغزخوری کے بعد سمجھا تو کیا سمجھا۔ بہتوں پر عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ وہ کافر بنانے اور گالیاں دینے کے بعد پھر رجوع کرینگے اور بدظنی اور بدگمانی کے بعد پھر حُسنِ ظن پیدا کرلینگے۔ مگر کہاں وہ پہلی بات اور کہاں یہ ؎ اکنوں ہزار عُذر بیاری گناہ را۔ مرشوی کردہ را نبود زیب دختری۔ سوائے میری پیاری قوم اِسوقت کو غنیمت سمجھ یہ تیرا گمان صحیح نہیں ہے کہ اِس صدی کے سر پر آسمان و زمین کے خدا نے کوئی مجدّد اپنی طرف سے نہ بھیجا بلکہ کافر و دجّال بھیجا تا زمین میں فساد پھیلائے اے قوم نبی علیہ السلام کی پیشگوئی کا کچھ لحاظ کر اور خدائے تعالیٰ سے ڈر۔ اور نعمت کو رد مت کر ؎ غافل مشو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی ﴿ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایّام را

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

نوٹ مندرجہ بالا رسالہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو بعد نماز ظہر مسجد کلاں واقعہ قادیان میں ایک جم غفیر کے رُوبرو مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا اور بعد اختتام یہ تجویز حاضرین کے رُوبرو پیش کیگئی کہ انجمن کے ممبر کون کون صاحبان قرار دیئے جائیں اور کس طرح اسکی کارروائی شروع ہو۔ حاضرین نے جنکے نام نامی ذیل درج کئے جاتے ہیں جو محض تجویز مذکورہ بالا پر غور کرنے اور مشورہ کرنے کیلئے تشریف لائے تھے بالاتفاق **یہ قرار** دیا کہ سردست رسالہ مذکور شائع کردیا جائے اور مخالفین کا عندیہ معلوم کرکے بعد ازاں بتراضیٔ فریقین انجمن کے ممبر مقرر کئے جائیں اور کارروائی شروع کی جائے۔ جو اصحاب اس جلسہ میں موجود ہوئے اُن کے نام نامی یہ ہیں:۔

منشی محمد اروڑا صاحب نقشہ نویس محکمہ مجسٹریٹی کپورتھلہ	منشی محمد خان صاحب اہلمد فوجداری ״	حافظ محمد علی صاحب کپورتھلہ ״
منشی محمد عبدالرحمٰن صاحب محرر محکمہ جرنیلی ایضاً	منشی سردار خان صاحب کورٹ دفعدار ״	مرزا خدابخش صاحب اتالیق نواب مالیر کوٹلہ
منشی محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس کپورتھلہ ایضاً	منشی امداد علی صاحب محرر سررشتہ تعلیم ״	منشی رستم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے لاہور
منشی ظفر احمد صاحب اپیلنویس ״	مولوی محمد حسین صاحب کپورتھلہ ״	ڈپٹی حاجی سید فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار

حاجی خواجہ محمد الدین صاحب رئیس لاہور
میاں محمد چٹو صاحب رئیس لاہور
خلیفہ رجب الدین صاحب رئیس لاہور
منشی شمس الدین صاحب کلرک دفتر اگزیمنر لاہور
منشی تاجدین صاحب اکونٹنٹ دفتر اگزیمنر لاہور
منشی نبی بخش صاحب کلارک " "
حافظ فضل احمد صاحب " "
مولوی رحیم اللہ صاحب لاہور
مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی لاہور
منشی عبد الرحمٰن صاحب کلارک لوکو آفس لاہور
مولوی عبد الرحمٰن صاحب مسجد چینیاں لاہور
منشی کرم الٰہی صاحب لاہور
سید ناصر شاہ صاحب سب اوورسیر
حافظ محمد اکبر صاحب لاہور
مولوی غلام قادر صاحب فصیح مالک مہتمم پنجاب پریس و میونسپل کمشنر سیالکوٹ
مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹ
میر حامد شاہ صاحب اہلمد معافیات سیالکوٹ
میر محمود شاہ صاحب نقلنویس سیالکوٹ
منشی محمد دین صاحب سابق گرداور سیالکوٹ
حکیم فضل الدین صاحب رئیس بھیرہ
میاں نجم الدین صاحب رئیس بھیرہ
منشی احمد اللہ صاحب مجالدار محکمہ ریٹ جموں

سید محمد شاہ صاحب رئیس جموں
مستری عمر الدین صاحب جموں
مولوی نور الدین صاحب حکیم خاص ریاست جموں
خلیفہ نور الدین صاحب صحاف جموں
قاضی محمد اکبر صاحب سابق تحصیلدار جموں
شیخ محمد جان صاحب ملازم راجہ امر سنگھ صاحب وزیر آباد
مولوی عبد القادر صاحب مدرس جمالپور
شیخ رحمت اللہ صاحب میونسپل کمشنر گجرات
شیخ عبد الرحمٰن صاحب بی اے گجرات
منشی غلام اکبر صاحب بتیم کلرک اگزیمنر آفس لاہور
منشی دوست محمد صاحب سارجنٹ پولیس جموں
مفتی فضل الرحمٰن صاحب رئیس جموں
منشی غلام محمد صاحب خلف مولوی دین محمد لاہور
سائیں شیر شاہ صاحب مجذوب جموں
صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانہ
قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکیدار شکرم لدھیانہ
حافظ نور احمد صاحب کارخانہ دار پشمینہ لدھیانہ
شہزادہ حاجی عبد المجید صاحب لدھیانہ
حاجی عبد الرحمٰن صاحب لدھیانہ
شیخ شہاب الدین صاحب لدھیانہ
حاجی نظام الدین صاحب لدھیانہ
شیخ عبد الحق صاحب لدھیانہ
مولوی محکم الدین صاحب مختار امرتسر

شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرتسر
منشی غلام محمد صاحب کاتب امرتسر
میاں جمال الدین صاحب ساکن موضع سیکھواں
میاں امام الدین صاحب سیکھواں
میاں خیر الدین صاحب "
میاں محمد عیسیٰ صاحب مدرس نوشہرہ
میاں چراغ علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی
شیخ شہاب الدین صاحب ساکن تھہ غلام نبی
میاں عبد اللہ صاحب ساکن سوہل
حافظ عبد الرحمٰن صاحب ساکن سوہیاں
داروغہ نعمت علی صاحب ہاشمی عباسی بٹالوی
حافظ حامد علی صاحب ملازم مرزا صاحب
حکیم جان محمد صاحب امام مسجد قادیانی
بابو علی محمد صاحب رئیس بٹالہ
میرزا اسمٰعیل بیگ صاحب قادیانی
میاں بڈھے خاں نمبردار بیری
میرزا محمد علی صاحب رئیس پٹی
شیخ محمد عمر صاحب خلف حاجی غلام محمد صاحب بٹالہ

ڈاکٹر جگن ناتھ صاحب ملازم ریاست جموّں
کو
آسمانی نشانوں کی طرف دعوت

میرے مخلص دوست اور للّٰہی رفیق اخویم حضرت مولوی حکیم نور دین صاحب فانی فی ابتغاء مرضات ربّانی ملازم و معالج ریاست جموں نے ایک عنایت نامہ مورخہ ۷ جنوری ۱۸۹۲ء اس عاجز کیطرف بھیجا ہے جسکی عبارت کسی قدر نیچے لکھّی جاتی ہے اور وُہ یہ ہے۔ خاکسار نابکار نورالدین بحضور خدّام والامقام حضرت مسیح الزمان سلمہ الرحمٰن السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، کے بعد بکمال ادب عرض پرداز ہے۔ غریب نواز۔ پربروز ایک عرضی خدمت میں روانہ کی۔ اس کے بعد یہاں جمّوں میں ایک عجیب طوفان بے تمیزی کی خبر پہنچی۔ جس کو بضرورت تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ازالہ اوہام میں حضور والا نے ڈاکٹر جگناتھ کی نسبت ارقام فرمایا ہے کہ وُہ گریز کر گئے۔ اب ڈاکٹر صاحب نے بہت ایسے لوگوں کو جو اس معاملہ سے آگاہ تھے۔ کہا ہے۔ سیاہی سے یہ بات لکھّی گئی ہے۔ سُرخی سے اسپر قلم پھیر دو۔ مَیں نے ہرگز گریز نہیں کیا۔ اور نہ کِسی نشان کی تخصیص چاہی۔ مُردہ کا زندہ کرنا میں نہیں چاہتا اور نہ خشک درخت کا ہرا ہونا۔ یعنے بلا تخصیص کوئی نشان چاہتا ہوں۔ جو

نوٹ : حضرت مولوی صاحب کے محبّت نامہ موصوفہ کے چند فقرہ لکھتا ہوں غور سے پڑھنا چاہیئے تا معلوم ہو کہ کہاں تک رحمانی فضل سے اُن کو انشراح صدر و صدق قدم و یقین کامل عطا کیا گیا ہے اور وُہ فقرات یہ ہیں: ”عالیجناب مرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو۔ اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں اور جس طرح وُہ راضی ہو سکے طیار ہوں۔ اگر آپ کے مشن کو انسانی خُون کی آبپاشی ضرور ہے تو یہ نابکار (مگر محبِّ انسان) چاہتا ہے کہ اس کام میں کام آئے۔ تمّ کلامہ جزاہ اللّٰہ“ حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال و عزّت اور جان فشانی میں فانی ہیں وہ خود نہیں بولتے۔ بلکہ اُنکی رُوح بول رہی ہے۔ درحقیقت ہم اُسی وقت سچے بندے ٹھہر سکتے ہیں کہ جو خداوند منعم نے ہمیں دیا ہم اُسکو واپس دیں یا واپس دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہماری جان اسکی امانت ہے اور وُہ فرماتا ہے کہ تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا ۔

سرکہ نہ در پائے عزیزش رود بارِ گران ست کشیدن بدوش

منہ

انسانی طاقت سے بالاتر ہو٭

اب ناظرین پر واضح ہو کہ پہلے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے ایک خط میں نشانوں کو تخصیص کے ساتھ طلب کیا تھا جیسے مُردہ زندہ کرنا وغیرہ اس پر اُنکی خدمت میں خط لکھا گیا کہ تخصیص ناجائز ہے خدائے تعالیٰ اپنے ارادہ اور اپنے مصالح کے موافق نشان ظاہر کرتا ہے اور جبکہ نشان کہتے ہی اُسکو ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو پھر تخصیص کی کیا حاجت ہے کسی نشان کے آزمانے کیلئے یہی طریق کافی ہے کہ انسانی طاقتیں اُسکی نظیر پیدا نہ کرسکیں۔ اِس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب نے کوئی نہیں دیا تھا۔ اب پھر ڈاکٹر صاحب نے نشان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور مہربانی فرما کر اپنی اُس پہلی قید کو اُٹھا لیا ہے اور صرف نشان چاہتے ہیں کوئی نشان ہو مگر انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو لہٰذا آج ہی کی تاریخ یعنے ۱۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو بروز دوشنبہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں مکرّراً دعوتِ حق کے طور پر ایک خط رجسٹری شدہ بھیجا گیا ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ اگر آپ بلاتخصیص کسی نشان دیکھنے پر سچّے دل سے مسلمان ہونے کے لئے تیار ہیں تو اخبارات مندرجہ حاشیہ میں حلفاً یہ اقرار اپنی طرف سے شائع کر دیں کہ مَیں جو فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں ریاست جمّوں میں بر عہدہ ڈاکٹری متعیّن ہوں اسوقت حلفاً اقرار صحیح سراسر نیک نیتی اور حق طلبی اور خلوص دل سے کرتا ہوں کہ اگر مَیں اسلام کی تائید میں کوئی نشان دیکھوں جسکی نظیر مشاہدہ کرانے سے میں عاجز آجاؤں اور انسانی طاقتوں میں اس کا کوئی نمونہ اُنھیں تمام لوازم کے ساتھ دکھلا نہ سکوں تو بلاتوقف مسلمان ہو جاؤنگا۔ اس اشاعت اور اس اقرار کی اِس لئے ضرورت ہے کہ خدائے قیوم وقدّوس بازی اور کھیل کی طرح کوئی نشان دکھلانا نہیں چاہتا جب تک کوئی انسان پورے انکسار اور ہدایت یابی کی غرض سے اس کیطرف رجوع نہ کرے

٭ پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور اور ناظم الہند لاہور اور اخبار عام لاہور اور نورافشاں لدھیانہ ۔

تب تک وہ بنظر رحمت رجوع نہیں کرتا اور اشاعت سے خلوص اور پختہ ارادہ ثابت ہوتا ہے اور چونکہ اس عاجز نے خدائے تعالیٰ کے اعلام سے ایسے نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کے وعدہ پر اشتہار دیا ہے سو وہی میعاد ڈاکٹر صاحب کے لئے قائم رہیگی طالب حق کے لئے یہ کوئی بڑی میعاد نہیں۔ اگر میں ناکام رہا تو ڈاکٹر صاحب جو سزا اور تاوان میری مقدرت کے موافق میرے لئے تجویز کریں وہ مجھے منظور ہے اور بخدا مجھے مغلوب ہونے کی حالت میں سزائے موت سے بھی کچھ عذر نہیں۔

ہماں بہ کہ جاں در رہِ او فشانم
جہاں را چہ نقصاں اگر من نمانم

والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی

المعلن المشتھر
خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

یازدھم جنوری ۱۸۹۲ء

منصفین کے غور کے لائق

یہ بات بالکل سچ ہے کہ جب دل کی آنکھیں بند ہوتی ہیں تو جسمانی آنکھیں بلکہ سارے حواس ساتھ ہی بند ہو جاتے ہیں پھر انسان دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سنتا ہوا نہیں سنتا اور سمجھتا ہوا نہیں سمجھتا اور زبان پر حق جاری نہیں ہو سکتا۔ دیکھو ہمارے محجوب مولوی کیسے دانا کہلا کر تعصب کی وجہ سے نادانی میں ڈوب گئے دینی دشمنوں کی طرح آخر افتراؤں پر آ گئے۔ ایک صاحب اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ ایک اپنے لڑکے کی نسبت الہام سے خبر دی تھی کہ یہ باکمال ہوگا حالانکہ وہ صرف چند مہینہ جی کر مرگیا۔ مجھے تعجب ہے کہ ان جلد باز مولویوں کو ایسی باتوں کے کہنے کے وقت کیوں لعنت اللہ علی الکاذبین کی آیت یاد نہیں رہتی اور کیوں یکدفعہ اپنے باطنی جذام اور عداوت اسلام کو دکھلانے لگتے ہیں۔ اگر کچھ حیا ہو تو اب اس بات کا ثبوت دیں کہ اس عاجز کے کس الہام میں لکھا گیا ہے کہ وہی لڑکا جو فوت ہو گیا درحقیقت وہی موعود لڑکا ہے الہام الٰہی میں صرف اجمالی طور پر خبر ہے کہ ایسا لڑکا پیدا ہوگا اور خدا تعالیٰ کے پاک الہام نے کسی کو اشارہ کر کے مورد اس پیشگوئی کا نہیں ٹھہرایا بلکہ اشتہار فروری ۱۸۸۶ء میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ بعض لڑکے صغر سن میں فوت بھی ہونگے پھر اس بچے کے فوت ہونے سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا کوئی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اب فرض کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے اجتہاد سے کسی اپنے بچہ پر یہ خیال بھی کر لیں کہ شاید یہ وہی پسر موعود ہے اور ہمارا اجتہاد خطا جائے تو اسمیں الہام الٰہی کا کیا قصور ہوگا۔ کیا نبیوں کے اجتہادات میں اس کا کوئی نمونہ نہیں! اگر ہم نے وفات یافتہ لڑکے کی نسبت کوئی قطعی الدلالت الہام کسی اپنی کتاب میں لکھا ہے تو وہ پیش کریں جھوٹ بولنا اور نجاست کھانا ایک برابر ہے تعجب کہ ان لوگوں کو نجاست خوری کا کیوں شوق ہو گیا۔ آجتک صدہا الہامی پیشگوئیاں سچائی سے ظہور میں آئیں جو ایک دنیا میں مشہور کی گئیں مگر مولویوں نے ہمدردی اسلام کی راہ سے کسی ایک کا بھی ذکر نہ کیا۔ دلیپ سنگھ کا ارادہ سیر ہندوستان و پنجاب سے ناکام رہنا صدہا لوگوں کو پیش از وقت سنایا گیا تھا بعض ہندوؤں کو پنڈت دیانند کی موت کی خبر چند مہینے اسکے مرنے سے پہلے بتلائی گئی تھی اور یہ لڑکا بشیر الدین محمود جو پہلے لڑکے کے بعد پیدا ہوا ایک اشتہار میں اسکی پیدائش کی قبل از تولد خبر دیگئی تھی۔ سردار محمد حیات خان کی معطلی کے زمانہ میں انکی دوبارہ بحالی کی لوگوں کو خبر سنا دیگئی تھی شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور پر مصیبت کا آنا پیش از وقت ظاہر کیا گیا تھا اور پھر انکی بریت

ل آل عمران : ۶۲

کی خبر نہ صرف اُن کو پیش از وقت پہنچائی گئی تھی بلکہ صدہا آدمیوں میں مشہور کی گئی تھی۔ ایسا ہی صدہا نشان ہیں جن کے گواہ موجود ہیں۔ کیا اِن دیندار مولویوں نے کبھی ان نشانوں کا بھی نام لیا۔ جس کے دِل پر خدا تعالیٰ مُہر کرے اس کے دِل کو کون کھولے۔ اَب بھی یہ لوگ یاد رکھیں کہ ان کی عداوت سے اِسلام کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مرجائیں گے مگر اسلام کا نور دن بدن ترقی کرے گا۔ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نور دُنیا میں پھیلا دے۔ اسلام کی برکتیں اب اُن مگس طینت مولویوں کی بک بک سے رُک نہیں سکتیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے صاف لفظوں میں فرمایا ہے أنا الفتاح افتح لك۔ ترىٰ نصرًا عجيبًا و يخرّون على المساجد۔ ربّنا اغفر لنا إنّا كنّا خاطئين۔ جلابيب الصدق۔ فاستقم كما امرت۔ الخوارق تحت منتهىٰ صدق الاقدام۔ كن لله جميعا و مع الله جميعا۔ عسىٰ ان يبعثك ربّك مقامًا محمودا۔ یعنے مَیں فتّاح ہوں تجھے فتح دُونگا ایک عجیب مدد تو دیکھے گا اور منکر یعنے بعض اُنکے جن کی قسمت میں ہدایت مقدّر ہے اپنے سجدہ گاہوں پر گریں گے یہ کہتے ہُوئے کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش ہم خطا پر تھے۔ یہ صدق کے جلابیب ہیں جو ظاہر ہونگے۔ سو جیسا کہ تجھے حکم کیا گیا ہے استقامت اختیار کر۔ خوارق یعنے کرامات اس محل پر ظاہر ہوتی ہیں جو انتہائی درجہ صدق اقدام کا ہے۔ تُو سارا خدا کے لئے ہوجا تُو سارا خدا کے ساتھ ہو جا۔ خدا تجھے اُس مقام پر اُٹھائے گا جس میں تُو تعریف کیا جائیگا۔ اور ایک الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلاف الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ

میں تجھے عزّت دُونگا اور بڑھاؤنگا اور تیرے آثار میں برکت رکھدونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت والو! اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں کو ٹال کر دکھلاؤ۔ ہر یک قسم کے فریب کام میں لاؤ۔ اور کوئی فریب اُٹھا نہ رکھو پھر دیکھو کہ آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

اَلمُنَبّہ النّاصح مرزا غلام احمد قادیانی

میر عباس علی صاحب لدھیانوی

چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

یہ میر صاحب وُہی حضرت ہیں جن کا ذکر بالخیر مَیں نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۹۰ میں بیعت کرنے والوں کی جماعت میں لکھا ہے افسوس کہ وُہ بعض موسوسین کے وسوسہ اندازی سے سخت لغزش میں آگئے۔ بلکہ جماعتِ اعداء میں داخل ہو گئے۔ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ اُن کی نسبت تو الہام ہُوا تھا کہ اصلہا ثابتٌ وفرعہا فی السماء اس کا یہ جواب ہے۔ کہ الہام کے صرف اِس قدر معنے ہیں کہ اصل اُس کا ثابت ہے اور آسمان میں اُس کی شاخ ہے۔ اِس میں تصریح نہیں ہے کہ وُہ باعتبار اپنی اصل فطرت کے کِس بات پر ثابت ہیں۔ بلاشبہ یہ بات ماننے کے لائق ہے کہ انسان میں کوئی نہ کوئی فطرتی خُوبی ہوتی ہے۔ جس پر وہ ہمیشہ ثابت اور مستقل رہتا ہے اور اگر ایک کافر کفر سے اسلام کی طرف انتقال کرے تو وُہ فطرتی خوبی ساتھ ہی لاتا ہے۔ اور اگر پھر اسلام سے کُفر کی طرف انتقال کرے تو اُس خُوبی کو ساتھ ہی لے جاتا ہے کیونکہ فطرت اللہ اور خلق اللہ میں تبدّل اور تغیّر نہیں۔ افرادِ نوعِ انسان مختلف طور کے کانوں کی طرح ہیں۔ کوئی سونے کی کان۔ کوئی چاندی کی کان۔ کوئی پیتل کی کان۔ پس اگر اس الہام میں میر صاحب کی کسی فطرتی خوبی کا ذِکر ہو جو غیر متبدل ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ اور نہ کچھ اعتراض کی بات ہے بلاشبہ یہ مسلّم مسئلہ ہے کہ مسلمان تو مسلمان ہیں کفّار میں بھی بعض فطرتی خوبیاں ہوتی ہیں اور بعض اخلاق فطرتاً اُنکو حاصل ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے مجسّم ظلمت اور سراسر تاریکی میں کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ کوئی فطرتی خُوبی بجز حصُولِ صراطِ مستقیم کے جس کا دُوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے موجبِ نجاتِ اُخروی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اعلےٰ درجہ کی خوبی ایمان اور خداشناسی اور راست روی اور خداترسی ہے۔ اگر وُہی نہ ہوئی تو دُوسری خُوبیاں ہیچ ہیں۔ علاوہ اِس کے یہ الہام اُس زمانہ کا ہے کہ جب میر صاحب میں ثابت قدمی

موجود تھی۔ زبردست طاقت اخلاص کی پائی جاتی تھی اور اپنے دل میں وہ بھی یہی خیال رکھتے تھے کہ میں ایسا ہی ثابت قدم رہونگا۔ سو خدا تعالیٰ نے اُن کی اُس وقت کی حالت موجودہ کی خبر دے دی۔ یہ بات خدا تعالےٰ کی تعلیمات وحی میں شائع متعارف ہے کہ وہ موجودہ حالت کے مطابق خبر دیتا ہے کسی کے کافر ہونے کی حالت میں اُس کا نام کافر ہی رکھتا ہے۔ اور اُس کے مومن اور ثابت قدم ہونے کی حالت میں اُس کا نام مومن اور مخلص اور ثابت قدم ہی رکھتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی کلام میں اس کے نمونے بہت ہیں اور اِس میں کچھ شک نہیں کہ میر صاحب موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اِس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے۔ اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف آپ اُنھوں نے بیعت کی۔ بلکہ اپنے دُوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا۔ اور اِس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انھوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہُوئے خط بھیجے اُن کا اِس وقت میں اندازہ بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن دو سَو کے قریب اَب بھی ایسے خطوط اُن کے موجود ہونگے جن میں اُنھوں نے انتہائی درجہ کی عجز اور انکسار سے اپنے اخلاص اور ارادت کا بیان کیا ہے بلکہ بعض خطوط میں اپنی وُہ خوابیں لکّھی ہیں جن میں گویا رُوحانی طور پر اُن کو تصدیق ہوئی ہے کہ یہ عاجز منجانب اللہ ہے اور اِس عاجز کے مخالف باطل پر ہیں۔ اور نیز وُہ اپنی خوابوں کی بناء پر اپنی معیت دائمی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا وُہ اِس جہان اور اُس جہان میں ہمارے ساتھ ہیں۔ ایسا ہی لوگوں میں بکثرت اُنھوں نے یہ خوابیں مشہور کی ہیں اور اپنے مُریدوں اور مخلصوں کو بتلائیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص نے اِس قدر جوش سے اپنا اخلاص ظاہر کیا ایسے شخص کی حالت موجودہ کی نسبت اگر خدائے تعالےٰ کا الہام ہو کہ یہ شخص اس وقت ثابت قدم ہے متزلزل نہیں تو کیا اس الہام کو خلاف واقعہ کہا جائے گا۔ بہت سے الہامات صرف موجودہ حالات کے آئینہ ہوتے ہیں عواقب اُمور سے اُن کو کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اور نیز یہ بات بھی ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے اُس کے سُوءِ خاتمہ پر حکم نہیں کرسکتے کیونکہ انسان کا دِل اللہ جلشانہٗ

کے قبضہ میں ہے۔ میر صاحب تو میر صاحب ہیں اگر وُہ چاہے تو دُنیا کے ایک بڑے سنگدل اور مختوم القلب آدمی کو ایک دَم میں حق کی طرف پھیر سکتا ہے۔ غرض یہ الہام حال پر دلالت کرتا ہے۔ مآل پر ضروری طور پر اس کی دلالت نہیں ہے اور مآل ابھی ظاہر بھی نہیں ہے۔ بہتوں نے راستبازوں کو چھوڑ دیا اور پکے دُشمن بن گئے۔ مگر بعد میں پھر کوئی کرشمۂ قدرت دیکھ کر پشیمان ہُوئے اور زار زار روئے اور اپنے گناہ کا اقرار کیا اور رجوع لائے۔ انسان کا دِل خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اُس حکیم مطلق کی آزمائشیں ہمیشہ ساتھ لگی ہُوئی ہیں۔ سو میر صاحب اپنی کسی پوشیدہ خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلا کے اثر سے جوشِ ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہُوئی اور پھر قبض سے خشکی اور اجنبیّت اور اجنبیّت سے ترکِ ادب اور ترکِ ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت اور ارادہ تحقیر و استخفاف و توہین پیدا ہو گیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔ کیا کسی کے وہم یا خیال میں تھا کہ میر عباس علی کا یہ حال ہو گا۔ مالک الملک جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میرے دوستوں کو چاہیئے کہ اُنکے حق میں دُعا کریں۔ اور اپنے بھائی فرو ماندہ اور درگذشتہ کو اپنی ہمدردی سے محروم نہ رکھیں اور مَیں بھی انشاء اللہ الکریم دُعا کرونگا۔ مَیں چاہتا تھا کہ اُن کے چند خطوط بطور نمونہ اِس رسالہ میں نقل کرکے لوگوں پر ظاہر کروں کہ میر عباس علی کا اخلاص کس درجہ پر پہنچا تھا اور کس طور کی خوابیں وُہ ہمیشہ ظاہر کیا کرتے تھے اور کس انکساری کے الفاظ اور تعظیم کے الفاظ سے وُہ خط لکھتے تھے لیکن افسوس کہ اِس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ انشاء اللہ القدیر کسی دُوسرے وقت میں حسب ضرورت ظاہر کیا جائے گا۔ یہ انسان کے تغیّرات کا ایک نمونہ ہے کہ وُہ شخص جس کے دِل پر ہر وقت عظمت اور ہیبت سچّی ارادت کی طاری رہتی تھی اور اپنے خطوط میں اِس عاجز کی نسبت خلیفۃ اللہ فی الارض لکھا کرتا تھا۔ آج اُس کی حالت کیا ہے پس خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور ہمیشہ دُعا کرتے رہو کہ وُہ محض اپنے فضل سے تمہارے دِلوں کو حق پر قائم رکھے اور لغزش سے بچاوے۔ اپنی استقامتوں پر بھروسہ مت کرو۔ کیا استقامت میں فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی بڑھ کر

ہوگا جن کو ایک ساعت کے لئے ابتلا پیش آگیا تھا۔ اور اگر خدائے تعالیٰ کا ہاتھ اُن کو نہ تھامتا تو خدا جانے کیا حالت ہو جاتی۔ مجھے اگرچہ میر عباس علی صاحب کی لغزش سے رنج بہت ہوا لیکن پھر میں دیکھتا ہوں کہ جبکہ میں حضرت مسیح علیہ السّلام کے نمونہ پر آیا ہوں تو یہ بھی ضرور تھا کہ میرے بعض مُدعیانِ اخلاص کے واقعات میں بھی وہ نمونہ ظاہر ہوتا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کے بعض خاص دوست جو اُنکے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے جنکی تعریف میں وحی الٰہی بھی نازل ہوگئی تھی آخر حضرت مسیح سے منحرف ہو گئے تھے۔ یہودا اسکریوطی کیسا گہرا دوست حضرت مسیح کا تھا جو اکثر ایک ہی پیالہ میں حضرت مسیح کے ساتھ کھاتا اور بڑے پیار کا دم مارتا تھا جس کو بہشت کے بارھویں تخت کی خوشخبری بھی دی گئی تھی۔ اور میاں پطرس کیسے بزرگ حواری تھے جن کی نسبت حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ آسمان کی کنجیاں اُن کے ہاتھ میں ہیں جن کو چاہیں بہشت میں داخل کریں اور جنکو چاہیں نہ کریں۔ لیکن آخر میاں صاحب موصوف نے جو کرتوت دکھلائی وُہ انجیل پڑھنے والوں پر ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے سامنے کھڑے ہو کر اور اُن کی طرف اشارہ کر کے نعوذ باللہ بلند آواز سے کہا کہ میں اِس شخص پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میر صاحب ابھی اِس حد تک کہاں پہنچے ہیں۔ کل کی کس کو خبر ہے کہ کیا ہو۔ میر صاحب کی قسمت میں اگرچہ یہ لغزش مقدر تھی اور اصلها ثابتٌ کی ضمیر تانیث بھی اسکی طرف ایک اشارہ کر رہی تھی لیکن بٹالوی صاحب کی وسوسہ اندازی نے اور بھی میر صاحب کی حالت کو لغزش میں ڈالا۔ میر صاحب ایک سادہ آدمی ہیں جنکو مسائل دقیقہ دین کی کچھ بھی خبر نہیں حضرت بٹالوی وغیرہ نے مفسدانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکا دیا کہ یہ دیکھو فلاں کلمہ عقیدہ اسلام کے برخلاف اور فلاں لفظ بے ادبی کا لفظ ہے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ شیخ بٹالوی اِس عاجز کے مخلصوں کی نسبت قسم کھا چکے ہیں کہ لاغوینّھم اجمعین اور اِس قدر غلو ہے کہ شیخ نجدی کا استثنا بھی اُن کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔ تا صالحین کو باہر رکھ لیتے اگرچہ وُہ بعض رُوگردان ارادتمندوں کی وجہ سے بہت خوش ہیں مگر اُنھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ٹہنی کے خشک ہو جانے سے سارا باغ برباد نہیں ہو سکتا۔ جس ٹہنی کو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے

خشک کر دیتا ہے اور کاٹ دیتا ہے اور اُس کی جگہ اور ٹہنیاں پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی پیدا کر دیتا ہے۔ بٹالوی صاحب یاد رکھیں کہ اگر اس جماعت سے ایک نکل جائیگا تو خدائے تعالیٰ اُس کی جگہ بیس لائیگا۔ اور اس آیت پر غور کریں فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ[1]۔

بالآخر ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ میر عباس علی صاحب نے ۱۲ر دسمبر ۱۸۹۱ء میں مخالفانہ طور پر ایک اشتہار بھی شایع کیا ہے جو ترکِ ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے سو اُن الفاظ سے تو ہمیں کچھ غرض نہیں جب دل بگڑتا ہے تو زبان ساتھ ہی بگڑ جاتی ہے لیکن اُس اشتہار کی تین باتوں کا جواب دینا ضروری ہے:۔

اوّل یہ کہ میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔ سو اِس وسوسہ کے دُور کرنے کے لئے میرا یہی اشتہار کافی ہے بشرطیکہ میر صاحب اس کو غور سے پڑھیں۔

دوم یہ کہ میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں معجزات کا منکر اور لیلۃ القدر سے انکاری اور نبوّت کا مدعی اور انبیاء علیہم السلام کی اہانت کرنے والا اور عقائدِ اسلام سے مُنہ پھیرنے والا۔ سو اِن اوہام کے دُور کرنے کیلئے مَیں وعدہ کر چکا ہوں کہ عنقریب میری طرف سے اِس بارہ میں رسالہ مستقلہ شائع ہوگا۔ اگر میر صاحب توجّہ سے اِس رسالہ کو دیکھیں گے تو بشرطِ توفیقِ ازلی اپنی بے بُنیاد اور بے اصل بدظنّیوں سے سخت ندامت اُٹھائیں گے۔

سوئم یہ کہ میر صاحب نے اپنے اُس اشتہار میں اپنے کمالات ظاہر فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ گویا اُنکو رسُول نمائی کی طاقت ہے۔ چنانچہ وُہ اِس اشتہار میں اِس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ اِس بارہ میں میرا مقابلہ نہیں کیا۔ مَیں نے کہا تھا کہ ہم دونوں کسی ایک مسجد میں بیٹھ جائیں اور پھر یا تو مجھ کو رسُول کریمؐ کی زیارت کرا کر اپنے دعاوی کی تصدیق کرا دیجائے اور یا مَیں زیارت کرا کر اِس بارہ میں فیصلہ کرا دُوں گا۔ میر صاحب کی اِس تحریر نے نہ صرف مجھے ہی تعجب میں ڈالا بلکہ ہر ایک واقفِ حال سخت متعجّب ہو رہا ہے کہ اگر میر صاحب میں

[1] مائدۃ : ۵۵

یہ قدرت اور کمال حاصل تھا کہ جب چاہیں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو دیکھ لیں اور باتیں پُوچھ لیں بلکہ دُوسروں کو بھی دِکھلا دیں تو پھر اُنھوں نے اِس عاجز سے بدوں تصدیق نبوی ؐ کے کیوں بیعت کر لی اور کیوں دس سال تک برابر خلوص نماؤں کے گروہ میں رہے۔ تعجّب کہ ایک دفعہ بھی رسُول کریم ان کی خواب میں نہ آئے اور اُن پر ظاہر نہ کیا کہ اِس کذّاب اور مکّار اور بے دین سے کیوں بیعت کرتا ہے اور کیوں اپنے تئیں گمراہی میں پھنساتا ہے۔ کیا کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص کو یہ اقتدار حاصل ہے کہ بات بات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حضُوری میں چلا جاوے اور اُن کے فرمُودہ کے مطابق کار بند ہو۔ اور اُن سے صلاح مشورہ لے لے وُہ دس برس تک برابر ایک کذّاب اور فریبی کے پنجہ میں پھنسا رہے اور ایسے شخص کا مُرید ہو جاوے جو اللہ اور رسُول کا دشمن اور آنحضرت ؐ کی تحقیر کرنے والا اور تحت الثریٰ میں گرنے والا ہو زیادہ تر تعجّب کا مقام یہ ہے کہ میر صاحب کے بعض دوست یہ بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے بعض خوابیں ہمارے پاس بیان کی تھیں اور کہا تھا کہ مَیں نے رسُول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت ؐ نے اِس عاجز کی نسبت فرمایا کہ وُہ شخص واقعی طور پر خلیفۃُ اللہ اور مجدّدِ دین ہے اور اِسی قسم کے بعض خط جن میں خوابوں کا بیان اور تصدیق اِس عاجز کے دعوے کی تھی میر صاحب نے اِس عاجز کو بھی لکھے۔ اَب ایک مُنصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر میر صاحب رسُول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھ سکتے ہیں تو جو کچھ اُنھوں نے پہلے دیکھا وُہ بہر حال اعتبار کے لائق ہوگا۔ اور اگر وُہ خوابیں اُن کے اعتبار کے لائق نہیں اور اضغاث احلام میں داخل ہیں تو ایسی خوابیں آئندہ بھی قابلِ اعتبار نہیں ٹھہر سکتیں۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ رسُول نمائی کا قادرانہ دعویٰ کس قدر فضُول بات ہے۔ حدیث صحیح سے ظاہر ہے کہ تمثل شیطان سے وُہی خواب رسُول بینی کی مُبرّا ہو سکتی ہے جس میں آنحضرت صلعم کو اُن کے حُلیہ پر دیکھا گیا ہو ورنہ شیطان کا تمثل انبیاء کے پیرایہ میں نہ صرف جائز بلکہ واقعات میں سے ہے۔ اور شیطانِ لعین تو خدائے تعالےٰ کا تمثل اور اُس کے عرش کی تجلّی دِکھلا دیتا

ہے تو پھر انبیاء کا تمثل اُس پر کیا مُشکل ہے۔ اَب جبکہ یہ بات ہے تو فرض کے طور پہ اگر مان لیں کہ کسی کو آنحضرت صلعم کی زیارت ہوئی تو اِس بات پر کیونکر مطمئن ہوں کہ وُہ زیارت درحقیقت آنحضرت صلعم کی ہے۔ کیونکہ اِس زمانہ کے لوگوں کو ٹھیک ٹھیک حُلیہ نبویؐ پر اطلاع نہیں اور غیر حُلیہ پر تمثل شیطان جائز ہے۔ پس اِس زمانہ کے لوگوں کے لئے زیارتِ حقّہ کی حقیقی علامت یہ ہے کہ اُس زیارت کے ساتھ بعض ایسے خوارق اور علاماتِ خاصّہ بھی ہوں جن کی وجہ سے اُس رؤیا یا کشف کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کیا جائے۔ مثلاً رسُول اللہ صلعم بعض بشارتیں پیش از وقوع بتلا دیں یا بعض قضاء و قدر کے نزول کی باتیں پیش از وقوع مطلع کر دیں یا بعض دُعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت اطلاع دے دیں یا قرآن کریم کی بعض آیات کے ایسے حقایق و معارف بتلا دیں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہو چکے۔ تو بلاشبہ ایسی خواب صحیح سمجھی جائے گی۔ ورنہ اگر ایک شخص دعویٰ کرے جو رسول اللہ صلعم میری خواب میں آئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ فلاں شخص بے شک کافر اور دجّال ہے۔ اب اِس بات کا کون فیصلہ کرے کہ یہ رسُول اللہ صلعم کا قول ہے یا شیطان کا یا خود اُس خواب بین نے چالاکی کی راہ سے یہ خواب اپنی طرف سے بنالی ہے۔ سو اگر میر صاحب میں درحقیقت یہ قُدرت حاصل ہے کہ رسُول اللہ صلعم اُن کی خواب میں آجاتے ہیں تو ہم میر صاحب کو یہ تکلیف دینا نہیں چاہتے کہ وُہ ضرور ہمیں دکھا دیں بلکہ وُہ اگر اپنا ہی دیکھنا ثابت کر دیں اور علاماتِ اربعہ مذکورہ بالا کے ذریعہ سے اِس بات کو بپایۂ ثبوت پہنچا دیں کہ درحقیقت اُنھوں نے آنحضرت صلعم کو دیکھا ہے تو ہم قبول کر لیں گے۔ اور اگر اُنھیں مقابلہ کا ہی شوق ہے تو اُس سیدھے طور سے مقابلہ کریں جس کا ہم نے اِس اشتہار میں ذکر کیا ہے۔ ہمیں بالفعل اُن کی رسول بینی میں ہی کلام ہے۔ چہ جائیکہ اُن کی رسُول نمائی کے دعویٰ کو قبول کیا جائے پہلا مرتبہ آزمائش کا تو یہی ہے کہ آیا میر صاحب رسول بینی کے دعویٰ میں صادق ہیں یا کاذب۔ اگر صادق ہیں تو پھر اپنی کوئی خواب یا کشف شائع کریں جس میں یہ بیان

ہوکہ رسُول اللہ صلعم کی زیارت ہوئی اور آپ نے اپنی زیارت کی علامت فلاں فلاں پیشگوئی اور قبولیتِ دُعا اور انکشافِ حقایق و معارف کو بیان فرمایا۔ پھر بعد اِس کے رسول نمائی کی دعوت کریں اور یہ عاجز حق کی تائید کی غرض سے اِس بات کے لئے بھی حاضر ہے کہ میر صاحب رسُول نمائی کا عجوبہ بھی دِکھلاویں۔ قادیان میں آجائیں۔ مسجد موجود ہے۔ اُن کے آنے جانے اور خوراک کا تمام خرچ اِس عاجز کے ذمّہ ہوگا اور یہ عاجز تمام ناظرین پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ صرف لاف وگزاف ہے اور کچھ نہیں دکھلا سکتے۔ اگر آئیں گے تو اپنی پردہ دری کرائیں گے۔ عقلمند سوچ سکتے ہیں کہ جس شخص نے بیعت کی۔ مُریدوں کے حلقہ میں داخل ہؤا اور مُدت دس سال سے اِس عاجز کو خلیفۃُ اللہ اور امام اور مجدّد کہتا رہا اور اپنی خوابیں بتلاتا رہا۔ کیا وہ اِس دعویٰ میں صادق ہے۔ میر صاحب کی حالت نہایت قابلِ افسوس ہے خدا اُن پر رحم کرے۔ پیشگوئیوں کے منتظر رہیں جو ظاہر ہوں گی۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۵۵ کو دیکھیں ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۳۵۔ اور ۳۹۶ کو بغور مطالعہ کریں۔ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء کی پیشگوئی کا انتظار کریں۔ جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے ویسئلونک احق ھو قل ای وربّی انہ لحقّ وما انتم بمعجزین۔ زوجنا کہا لا مبدّل لکلماتی۔ وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ اور تجھ سے پُوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے ربّ کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے اور تم اِس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر مُنہ پھیر لینگے اور قبول نہیں کرینگے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکّا فریب یا پکّا جادُو ہے۔

۲۸-۲۷-۱۴-۲-۲۷-۲-۲۶-۲-۲۸-۱-۲۳-۱۵-۱۱
۱-۲-۲۷-۱۴-۱۰-۱-۲۸-۲۷-۴۷-۱۶-۱۱-۳۴-۱۴-۱۱
۷-۱-۵-۲۴-۲۳ ۲۴-۱۱-۱۴-۷-۲۳-۱۴-۱۰-۱
۱۴-۵-۲۸-۷-۳۴-۱-۷-۳۴-۱۱-۱۶-۱-۱۴-۷-۲-۱-۷-۵-۱-۱۴-۲
۱۴-۲-۲۸-۱-۷

والسّلام علیٰ من فھم اسرارنا واتبع الھدیٰ۔

الناصح المشفق خاکسار غلام احمد قادیانی۔ ۲۷۔ دسمبر ۱۸۹۱ء

اِطّلاع

تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اِس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبّت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم اور رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت دِل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پَیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اِس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصّہ اپنی عُمر کا اِس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی بُرہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضُعف اور کسل دُور ہو۔ اور یقین کامل پَیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پَیدا ہو جائے۔ سو اِس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دُعا کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے۔ اور جب تک یہ توفیق حاصِل نہ ہو۔ کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سِلسلۂ بیعت میں داخِل ہو کر پھر مُلاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعثِ ضُعفِ فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بُعدِ مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وُہ صُحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر مُلاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دِلوں میں ابھی ایسا اشتعالِ شوق نہیں کہ مُلاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے بشرطِ صحت وفرصت وعدم موانع قویّہ تاریخ مقرّرہ پر حاضر ہوسکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وُہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے۔ آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام

دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سُننے کے لئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اُس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے **حقایق اور معارف** کے سُنانے کا شغل رہے گا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کو **ترقی دینے** کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز اُن دوستوں کے لئے خاص دُعائیں اور خاص توجہ ہو گی۔ اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خُدائے تعالےٰ اپنی طرف اُن کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی اُن میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ اِن جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اِس جماعت میں داخل ہوں گے۔ وُہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوکر اپنے پہلے بھائیوں کے مُنہ دیکھ لیں گے۔ اور رُوشناسی ہوکر آپس میں رشتۂ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اِس عرصہ میں اِس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اِس جلسہ میں اُس کے لئے دُعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو رُوحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور اُن کی خشکی اور اجنبیّت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہِ حضرت عزّت جلّشانہٗ کوشش کی جائے گی۔ اور اِس رُوحانی جلسہ میں اور بھی کئی رُوحانی فوائد اور منافع ہونگے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اِس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلادِقّت سرمایۂ سفر میسّر آجائے گا۔ گویا یہ سفر مُفت میسّر ہو جائے گا۔ اور بہتر ہوگا کہ جو صاحب احباب میں سے اِس تجویز کو منظور کریں وُہ مُجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تاکہ ایک علیحدہ فہرست میں اُن تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کرلیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں بجز ایسی صُورت کے کہ ایسے موانع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا اپنی

حدِ اختیار سے باہر ہو جائے۔ اور اب جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا۔ اِس جلسہ پر جسقدر احباب محض لِلّٰہ تکلیف سفر اُٹھا کر حاضر ہوئے خُدا اُن کو جزائے خیر بخشے اور اُنکے ہر یک قدم کا ثواب اُنکو عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین *

اعلان

ہمارے پاس کچھ جلدیں رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام موجود ہیں جنکی قیمت ایک روپیہ ہے اور کچھ جلدیں کتاب ازالہ اوہام موجود ہیں جن کی قیمت فی جلد تین روپیہ ہے محصول ڈاک علاوہ ہے۔ جو صاحب خرید کرنا چاہیں منگوالیں۔ پتہ یہ ہے۔ **قادیان** ضلع گورداسپور بنام راقم رسالہ ہٰذا یا اگر چاہیں تو بمقام **پٹیالہ** میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر سے لے سکتے ہیں۔ اور نیز یہ کتابیں **پنجاب پریس سیالکوٹ** میں مولوی غلام قادر صاحب فصیح مالک مطبع کے پاس بھی موجود ہیں وہاں سے بھی منگوا سکتے ہیں *